مسجد احمدیہ سالٹ پانڈ (گولڈ کوسٹ) کا ایک منظر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ امام مسجد احمدیہ لنڈن جرمن سفیر مقیم انگلستان کو جرمن ترجمہ قرآن مجید کا ایک نسخہ پیش کر رہے ہیں

مبلغ سلسلہ مولوی عبدالواحد صاحب فاضل سماٹری ڈاکٹر سوکارنو (صدر انڈونیشیا) کو ڈچ ترجمہ قرآن مجید کا ایک نسخہ پیش کر رہے ہیں

احمدیہ مشن ہاؤس لنڈن

روزنامہ الفضل لاہور
مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۵۳ء

یہ ربوہ ہے

آج جب کہ آپ کے ہاتھ میں الفضل کا یہ سالانہ نمبر ہے۔ ربوہ کی مقدس سرزمین پر وہ عظیم الشان دینی اجتماع منعقد ہو رہا ہے۔ جس کی نظیر آج کی دنیا میں ملنا مشکل ہے۔ اتنا بڑا دینی اجتماع جس میں دنیا کے تمام خطوں سے دین کے متوالے پروانوں کی طرح اکٹھے ہوتے ہیں۔ جس میں اجتماعی نمازوں اجتماعی دعاؤں کا جو نظارہ دیکھا جا سکتا ہے چشم فلک نے سوائے اس کے کہیں نہیں دیکھا۔ یہ ایک ایسی جماعت کا اجتماع ہے۔ جس کا دعوےٰ ہے کہ وہ باری تعالےٰ کی توحید کا نقش تمام اقوام کے دلوں پر مرتسم اور اس کے حبیب پاک خاتم النبیین سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا کے کناروں پر نصب کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ کے حکم سے اٹھی ہے۔

اس اجتماع کی بنیاد جیسا کہ سب کو معلوم ہے سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی زماں علیہ السلام نے رکھی تھی۔ اگرچہ جب اس کی بنیاد رکھی گئی تھی بظاہر یہ ایک ننھا سا بیج تھا۔ مگر آہستہ آہستہ وہ بیج پھوٹا اس نے مٹی کا دل چیر کر ایک نرم و نازک پتی کی صورت میں سر نکالا جو بڑھتی گئی بڑھتی گئی۔ حتیٰ کہ اب وہ ایک تناور درخت بن گیا ہے۔ اور اس کی شاخوں میں چڑیوں نے گھونسلے بنا لئے ہیں۔ اور اس کے ٹھنڈے اور تسکین افزا سایوں میں خدا پرستوں نے اپنے ڈیرے جما دیئے ہیں۔ یہاں تک کہ آج اس کی نظیر دنیا کے پردہ پر نہیں ملتی۔

یہ ایک ایسی ٹھوس حقیقت ہے۔ جو محض زبانی دعووں تک محدود نہیں۔ بلکہ جس کو جو چاہے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔ اپنے تو اپنے ان کے سوا بھی جس دوست کو اس اجتماع کے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ وہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ اور ہم نے کئی ایک کو یہ کہتے اپنے کانوں سے سنا ہے۔ کہ ولولوں اور جوش عقیدت کا اتنا عظیم اجتماع انہوں نے کہیں نہیں دیکھا

ربوہ آج سے صرف چھ سال پہلے ایک گمنام شور زار تھا۔ اور باوجود دریائے چناب کے کنارے واقع ہونے کے اس کی سطح اور گرد کی زمین سے اتنی جنبش کہ پانی کا ایک قطرہ تیز نہیں نکلتا تھا۔ یہاں تک کہ دریا کے اتنا قریب ہونے کے باوجود گزشتہ سیلابوں میں پانی اس کے قدموں کو بھی چوم کر رہ گیا۔ یہ ایک چٹیل میدان تھا۔ جس میں زندگی کے کسی درجہ کا نام و نشان تک نہ تھا۔ انسان تو انسان جانور بھی اس کی ہوا سے گریزاں تھے۔ حالانکہ سڑک اور ریل اس میں سے ہو کر نکلتی تھی۔ کہیں گھاس کی ایک پتی بھی نظر نہ آتی تھی۔ حالانکہ اس کے گردا گرد سرسبز زمین تھی جو کہ دیہات سے آباد تھی۔

خشک پہاڑیوں کی آغوش میں یہ ایک ایسا ٹکڑا تھا کہ گویا قدرت کے فیوض نے اس کو دیدہ دانستہ بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ گویا خالق ارض و سما نے اسے کسی خاص مقصد سے الگ کر کے محفوظ رکھ چھوڑا ہے۔ تاکہ دنیا داری حرص و آز کی گندگیوں سے آلودہ نظریں کہیں اس کو میلا نہ کر دیں۔ اس کی ازلی معصومیت نہ چھین لیں۔ اس کی پاک دامنی پر دھبہ نہ پڑ جائے۔

"یہ مقام ہے جہاں آج وہ عظیم الشان دینی اجتماع ہو رہا ہے جس کی نظیر دنیا کے پردہ پر ملنی مشکل ہے۔"

وہ سرزمین جہاں پانی کا قطرہ نایاب تھا۔ اب اس پر جا بجا پمپ لگے ہیں۔ وہ سرزمین جہاں گھاس کی ایک پتی نہ تھی۔ آج وہاں ننھے ننھے پودوں کے چکنے چکنے پات ہر طرف نظروں کے لئے تازگی اور طراوت کا سامان بہم پہنچا رہے ہیں۔ جہاں گرد اور لوئیں اٹھتی تھیں۔ وہاں دفتروں کی عمارتیں رہنے کے کوارٹر مکانات اور کوٹھیاں پھیلتی چلی گئی ہیں۔ جہاں بربادی ہی بربادی تھی۔ وہاں اب آبادی ہی آبادی نظر آتی ہے۔

آج سے چھ سال پہلے ستمبر کے مہینے میں اس سرزمین کی قسمت جاگ اٹھی تھی۔ جب پہلی بار یہاں خدا پرستوں کا اجتماع ہوا تھا جب سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے ابراہیمی دعاؤں کے ساتھ اس کی نئی زندگی کا آغاز فرمایا۔ وہ منظر بھی دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ جب فدائیان احمدیت چادروں اور تمبوؤں کے خود ساختہ خیموں میں جو میدان کے طول و عرض میں پھیل گئے تھے۔ پہلی بار یہاں آ کر قیام پذیر ہوئے تھے۔ یہ اسی وقت محسوس ہوا تھا۔ کہ اس سرزمین کو اللہ تعالےٰ نے کیوں الگ کر کے محفوظ کر لیا ہوا تھا۔ وہ علام الغیوب جانتا تھا۔ کہ یہاں اس کے مسیح کا قافلہ آ کر اترنے والا ہے۔ جس کا پسر موعود اس زمین کو بحکم خداتعالیٰ اپنے پاؤں کی برکت سے چشمہ زار بنا دے گا۔ آہ اسے معلوم تھا۔ کہ یہاں وہ امانت سپرد خاک کی جانے والی ہے۔ جو اس کے مسیح پاک کی ہم نفس تھی، شریک حیات تھی۔ وہ جانتا تھا۔ کہ جس مسیح نے آخری زمانہ میں توحید باری تعالےٰ اور رسالت خاتم النبیین کے انوار سے از سر نو دلوں کو منور کرنا ہے۔ اس کے پسر اور اس پسر کی والدہ ماجدہ کے لئے جب وہ اپنے وطن مالوف سے ہجرت کرنے پر مجبور کئے جائیں۔ اس سرزمین کو ربوہ بنایا جانا ہے۔ اور یہیں مسیح ناصری علیہ السلام سے مسیح محمدی علیہ السلام کی مماثلت کی تکمیل ہونی ہے۔

یہ سرزمین ہے۔ جہاں آج وہ عظیم الشان دینی اجتماع منعقد ہو رہا ہے۔ جس کی نظیر دنیا کے پردہ پر نہیں ملتی۔

اے شوق و ذوق سے جوق در جوق آنے والو۔ اے شمع اسلام کے پروانو۔ جو مال و جان کی قربانیوں کو ایک کھیل سمجھتے ہو۔ جو جانتے ہو کہ اگر اللہ تعالےٰ کے دین کے لئے قربانیاں نہ کی گئیں۔ تو اس کا نام لینے والے دنیا سے ناپید ہو جائیں گے۔ اے مسیح موعود علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہنے والو جانتے ہو تم کہاں ہو۔

یہ ربوہ ہے جہاں سے تحریک جدید کی لہر از سر نو اٹھی ہے۔ اور چار دانگ عالم میں پھیل گئی ہے۔ جہاں سے تبلیغ و اشاعت دین کا قافلہ از سر نو ملک ملک کی طرف رواں ہوا ہے۔ یہ مبلغین کا عظیم الشان قافلہ بے سر و سامان گھروں سے چل پڑا ہے۔ نہ اس کے پاس زاد راہ ہے اور نہ ساز و سامان۔ بے شک منزل کی کشش اس غریب قافلہ کو کشاں کشاں لئے جا رہی ہے نامانوس زمینوں میں غیر آشنا وطنوں میں غیر محدود الحاد و کفر کے تاریک و تار حصاروں کی طرف جہاں دلوں کے چراغ بجھ کے بیٹھے ہیں۔ یہ برہنہ پا قافلہ گھر بار چھوڑ کر ان چراغوں کو از سر نو جلانے کے لئے رواں دواں چلا جا رہا ہے۔

بے شک آج اس عظیم الشان اجتماع کی کوئی نظیر نہیں۔ لیکن اس عظیم الشان اور بے سر و سامان برہنہ پا قافلہ کی بھی آج دنیا کے پردہ پر کوئی نظیر نہیں۔

اے آنے والو! بتاؤ جو اس عظیم الشان اجتماع میں آئے ہو تو اس بے سر و سامان قافلہ کے لئے کیا تحفہ لائے ہو؟

وادیٔ ربوہ سے پھوٹا چشمۂ آبِ حیات

وادیٔ ربوہ سے پھوٹا چشمۂ آبِ حیات — زندگی کے زمزموں سے گونج اٹھے ہیں شش جہات

خیز دی ریگ جو صدیوں سے چلی آتی تھی شور — اُگ رہی ہے اس زمیں سے فضل کی شاخِ نبات

سانس جب لیتے ہیں انفاس فضائے عشق میں — ٹوٹ جاتے ہیں سروں میں عقل کے لات و منات

پھیلتی ہے جب تہجد کی دعاؤں سے ضیا — دن سے بھی بڑھ کر درخشندہ نظر آتی ہے رات

مخلصوں کی بزم میں ہے آج پھر محوِ سخن — ہوتی ہے تقدیس میں ملفوف جس کی بات بات

کس طرح آئینہ ہوتے جا رہے ہیں دیکھنا — حکمتِ متشابہات و فلسفۂ محکمات

اک اشارے میں اڑا کر لے گیا تو لے گیا
آخر اے تنویر کیا پُر شوق دل کی کائنات

احمدیت کی ترقی کے متعلق شبہات کا ازالہ

الٰہی سلسلوں میں جلال و جمال کے الگ الگ مسلک

قضاء آسمانی بہرحال پوری ہو کر رہتی ہے

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے ربوہ

جب میں گزشتہ ایام میں لاہور میں بیمار تھا۔ اور میری میزان حیات کے پلڑے اوپر نیچے ہو رہے تھے۔ تو اس وقت اس محبت اور اخلاص کے جذبات کی وجہ سے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل خدا تعالیٰ نے جماعت کے قلوب میں پیدا کر رکھے ہیں۔ لاہور اور دیگر مقامات کے کثیر التعداد دوست میری عیادت کے لئے تشریف لاتے تھے۔ اور میں انہیں دیکھ دیکھ کر یا ان کی آمد کی اطلاع پا کر (کیونکہ اکثر احباب ڈاکٹری ہدایت کے ماتحت باہر سے ہی طبیعت پوچھ کر اور مجھے اپنی دعاؤں کا ہدیہ دے کر واپس چلے جاتے تھے) میں اپنے دل میں اس منظر سے روحانی سرور حاصل کرتا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ظلیت میں لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیْنَھُمْ کا عظیم الشان معجزہ دکھایا ہے اور "حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم" کو ایک چھت کے نیچے جمع کر کے حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر محبت اور اتحاد کی روحانی کڑیوں سے باندھ دیا ہے

اسلام اور احمدیت کے خطرات

ان ایام میں جب مجھے کسی قدر افاقہ ہوا۔ تو بعض دوست میرے پاس تشریف لا کر متفرق مذہبی امور پر گفتگو بھی فرماتے تھے۔ اور میں اپنی سمجھ اور طاقت کے مطابق ان کے سوالوں کا جواب دے دیا کرتا تھا۔ ان سوالوں میں سے ایک سوال جس کا بعض نوجوان دوستوں نے بار بار ذکر کیا وہ جماعت کی ترقی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ ان عزیزوں نے اس بات کے متعلق تشویش کا اظہار کیا۔ کہ جماعت کو قائم ہوئے ستر سال ہونے کو آئے ہیں۔ مگر ابھی تک اس کی کامیابی اور غلبہ کے کوئی خاص آثار ظاہر نہیں ہوئے۔ بلکہ بعض لحاظ سے مشکلات بڑھتی جاتی ہیں۔ اور دنیا میں چاروں طرف باطل خیالات اور مادی نظریات کا اتنا زور ہے۔ اور دجالی طاقتوں نے ایسا غلبہ پایا ہوا ہے۔ کہ ان مہیب اور عالمگیر طوفانوں کے مقابلہ پر احمدیت کی چھوٹی سی کشتی کا بس اللہ ہی حافظ ہے۔ اور بظاہر یہ بات تصور میں نہیں آسکتی۔ کہ یہ مٹھی بھر غریب اور کمزور جماعت جو سینکڑوں قسم کی اندرونی اور بیرونی مشکلات میں گھری ہوئی ہے۔ اپنے ماحول کے عظیم الشان خطرات پر کس طرح غالب آئے گی۔ اول تو مسلمان دنیا کی مسیحی اور دہریہ اقوام کے مقابل پر بالکل ضعیف و ناتواں ہیں۔ اور پھر مسلمانوں میں سے احمدی تو گویا آٹے میں نمک کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔ تو پھر ان حالات میں یہ بیل منڈھے کیسے چڑھیگی اور ایک پدی اپنے مقابل کے قوی ہیکل دیو پر غلبہ کس طرح پائے گی؟ یورپ اور امریکہ کی علمی ترقی اور سائنس اور فلسفہ کا زور اور مادیت کا اوج و کمال اور سیم و زر کی فراوانی اور فوجی ساز و سامان کا معراج اور دوسری طرف اشتراکی طاقتوں کا بحر مواج۔ یہ وہ مہیب نظارے ہیں۔ جن سے مرعوب ہو کر بعض اوقات بعض مخلص مومن بھی مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ کے رنگ میں گھبراہٹ کا اظہار کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ہمارے ان دوستوں نے بھی اسی رنگ میں یہ سوال کئے ہوں گے۔

جس وقت مجھ سے یہ سوال کئے گئے اس وقت میں نے اپنی طاقت کے مطابق ان سوالوں کا مختصر اور مجمل سا جواب دے کر اپنے دوستوں کو تسلی دینے کی کوشش کی۔ لیکن نہ تو اس وقت میری ایسی حالت تھی۔ کہ زیادہ مفصل جواب دے سکتا۔ اور نہ میرے یہ عزیز دوست میری بیماری اور کمزوری کی وجہ سے اپنے اس سوال کا زیادہ پیچھا کر سکتے تھے۔ اس لئے سرسری سی گفتگو کے بعد جو زیادہ تر ایمان بالغیب کا رنگ رکھتی تھی یہ سوال و جواب ختم ہو جاتا رہا۔ اور میں نے لطیفہ کے طور پر یہ بات بھی اپنے دوستوں سے کہہ دی۔ کہ بے شک آپ کو یہ سوالات موجودہ وقت میں پریشان کرتے ہوں گے۔ بلکہ ظاہری حالات واقعی پریشان کن ہیں۔ مگر حق یہ ہے کہ مجھے تو بچپن سے آج تک کسی دجالی طلسم یا کسی مادی طاقت نے مرعوب نہیں کیا۔ اور میں ہمیشہ نہ صرف کامل ایمان کے ساتھ بلکہ کامل بصیرت کے ساتھ بھی صداقت کی آخری فتح کا یقین رکھتا رہا ہوں۔ مگر یہ بات میری کسی خوبی کی وجہ سے نہیں ہے۔ (ورنہ من آنم کہ من دانم) بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دردمندانہ دعا کی وجہ سے ہے۔ جو حضور نے آج سے پچپن سال پہلے اپنے خورد سال بچوں کے لئے فرمائی کہ:

"نہ آوے ان کے گھر تک رعب دجال"

پس میرے دل پر تو خدا کے فضل سے کبھی ایسی دجالی طاقت یا مخالفانہ علمی مظاہرہ کا رعب نہیں پڑا۔ لیکن چونکہ یہ سوال کئی اور نوجوانوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہوگا۔ اور وہ اپنے ماحول سے متاثر ہو کر احمدیت کے آخری اور عالمگیر غلبہ کے متعلق ہراساں ہوتے ہوں گے۔ اور خصوصاً یہ خیال انہیں زیادہ پریشان کرتا ہوگا۔ کہ اسلام نے تو تیس چالیس سال کے قلیل عرصہ کے اندر اندر اس وقت کی تمام معلوم اور مہذب دنیا کے ایک تہائی حصہ پر غلبہ پا لیا۔ اور دنیا کی طاقتوں میں صف اول پر آگیا۔ مگر اس کے بعد احمدیت جو اسلام کے دور ثانی میں اس کے احیاء اور اسکے دینی اور عالمگیر غلبہ کی علمبردار ہونے کی مدعی ہے۔ وہ قریباً ستر سال گزرنے پر بھی ابھی تک ہر کہ و مہ کی ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ اور اس کا غلبہ تو الگ رہا۔ اس کی زندگی تک مخدوش نظر آتی ہے۔ اس قسم کی ذہنی تشویش اور شک و شبہ کی حالت کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس اہم سوال کے متعلق کسی قدر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی جائے۔ تا بعض خام طبیعت کے نوجوان جو اپنے فطری میلان کے لحاظ سے مادیت کی طرف جلدی جھکنے لگے ہیں۔ وہ ایمان کے ذریعہ متنور ہو کر اپنی ہمتوں کو بلند کر سکیں۔ اور ان کے دلوں میں یہ یقین راسخ ہو جائے۔ کہ خواہ کچھ ہو آخری فتح بہرحال اسلام اور احمدیت کی ہے۔ اور مادیت اور دجالیت کے سارے طلسم اور سرمایہ داری اور اشتراکیت کی ساری طاقتیں بالآخر اسلام اور احمدیت کے مقابل پر اسی طرح اڑ کر ختم ہو جائیں گی جس طرح ایک تیز آندھی کے سامنے رستوں کا خس و خاشاک ادھر ادھر اڑ کر غائب ہو جایا کرتا ہے۔ فَلَا تَھِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

آنحضرت صلعم کا ان خطرات کے متعلق انتباہ

اس تعلق میں سب سے پہلی بات تو یہ یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ اسلام اور احمدیت نے جو پیشگوئیاں اپنی آخری فتح کے متعلق بیان کی ہیں وہ نعوذ باللہ جہالت کی پیشگوئیاں نہیں ہیں جو مخالف طاقتوں کی طرف سے آنکھیں بند کر کے یونہی خوش عقیدگی کے رنگ میں بیان کر دی گئی ہوں۔ بلکہ یہ پیشگوئیاں تمام مخالف طاقتوں کا پوری طرح اندازہ کرنے اور مقابل کے خطرات کا پورا پورا علم رکھنے اور ان کا صحیح صحیح جائزہ لینے کے بعد بیان کی گئی ہیں۔ پس ان پیشگوئیوں کو کوئی شخص اپنی نادانی کی بناء پر وقت سے پہلے غلط قرار دے تو دے۔ مگر انہیں ایک مجذوب کی بڑ یا اندھیرے کا تیر نہیں قرار دیا جا سکتا کیونکہ قرآن و حدیث اور احمدیت کا لٹریچر ان مہیب خطرات اور مشکلات کے ذکر سے بھرے پڑے ہیں۔ جو آخری زمانہ میں صداقت کی فتح اور غلبہ سے قبل پیش آنے مقدر ہیں۔ اور اس قبل از وقت ذکر میں دوہری غرض مدنظر ہے۔ ایک غرض تو یہ ہے کہ تا مومنوں کی جماعت اپنے مقابل کے خطرات سے پوری طرح آگاہ ہو کر جہاں تک اس کے وسائل اور اس کی طاقت کے لحاظ سے ممکن ہو۔ ان کے مقابلہ کے لئے تیاری کر سکے اور انگریزی محاورہ "فور وارنڈ فور آرمڈ" (Fore warned fore armed) کے مطابق سست اور غافل نہ ہونے پائے۔ دوسرے یہ کہ تا دنیا کے لئے خدا کی طرف سے یہ ایک نشان ہو کہ ہمارے بھیجے ہوئے مرسلوں نے اپنی انتہائی کمزوری اور بے بضاعتی کے باوجود پہلے سے اعلان شدہ پیشگوئی کے مطابق اپنے مقابل کی عظیم الشان قوتوں پر غلبہ پا لیا۔ اور ایک پدی نے ایک دیو کو پچھاڑ کر ثابت کر دیا ہے۔ کہ اس پدی کے پیچھے ایک نہایت زبردست ہستی کا ہاتھ ہے۔ جس کے سامنے دنیا کی کوئی طاقت ایک پرِ پشہ کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ اس لئے خدا کی یہ قدیم سنت ہے کہ جہاں وہ ایک طرف شروع میں ہی اپنے مرسلوں کی فتح اور کامیابی کا اعلان فرماتا ہے۔ وہاں اس کے ساتھ ساتھ وہ ان بھاری خطرات کا ذکر بھی کرتا رہتا ہے جو ان مرسلوں کو پیش آنے والے ہوتے ہیں۔

یاجوج ماجوج اور دجال کا فتنہ

مثلاً جہاں قرآن مجید

281

نے اسلام کے مقابل پر یاجوج ماجوج کے نام کے ساتھ ان دجالی طاقتوں کا ذکر کیا ہے۔ جو آخری زمانہ میں اسلام سے نبرد آزما ہونے والی تھیں۔ وہاں اس نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ اعلان بھی کروا دیا۔ کہ یہ جابی طاقتیں بالآخر اسلام کے مقابل پر نمک کی طرح پگھلنی شروع ہو جائیں گی۔ چنانچہ یاجوج ماجوج (یعنے سرمایہ داری اور اشتراکیت کی طاقتوں) کے متعلق قرآن مجید فرماتا ہے۔

حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ (سورۃ انبیاء)

"یعنے آخری زمانہ میں یاجوج اور ماجوج جو اس سے قبل بھی دنیا میں موجود تھے مگر گویا بند پڑے ہوں گے، فتنہ و فساد برپا کرنے کے لئے کھول دیئے جائیں گے اور وہ اس زمانہ میں دنیا کی ہر قسم کی بلندی پر قابض ہوں گے۔ اور دنیا کی کوئی بلندی اور رفعت ان کے قبضہ سے باہر نہیں ہوگی۔ اور وہ اپنی ان بلندیوں سے دنیا کی کمزور اور پستی میں پڑی ہوئی اقوام کو کچلنے اور اپنی ایڑیوں کے نیچے رکھنے کے لئے دوڑے چلے آتے ہوں گے"

اللہ اللہ! اس زمانہ کی دجالی طاقتوں (سرمایہ داری اور اشتراکیت) کے بھیانک نقشوں کا کیسا عجیب و غریب نقشہ ہے۔ کہ گویا دریا کو کوزے میں بند کرکے رکھ دیا ہے؛ اور مسلمانوں کو ہوشیار اور چوکس کیا ہے۔ کہ اپنے مقابل کی طاقتوں کو کمزور نہ جانو۔ بلکہ وہ ایک ایسا فتنہ ہوگا جو ایک عظیم الشان سیلاب کی طرح تمام دنیا میں چھا جائے گا۔ اور اس فتنہ کی مہیب لہریں ہر پستی اور ہر نشیب کو غرقاب کرنے کے لئے اس طرح بڑھیں گی۔ جس طرح کہ ایک تیز بارش کے بعد پہاڑی نالے اپنے نیچے کی وادیوں کو بھرنے کے لئے شور کرتے اور گرجتے ہوئے بڑھتے ہیں۔

اس جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یاجوج ماجوج کا نام نسلی اور سیاسی اقتدار کی بناء پر رکھا گیا ہے۔ مگر مذہبی فتنہ کے لحاظ سے انہی اقوام کا نام حدیث میں دجال بیان ہوا ہے۔ چنانچہ دجال کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَا بَيْنَ خَلْقِ اٰدَمَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اَمْرٌ اَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ (صحیح مسلم)

"یعنے آدم کی پیدائش سے لیکر قیامت تک کوئی فتنہ دجال کے فتنہ سے بڑھ کر نہیں ہے"

مگر اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے مسیح موعود کے ہاتھ سے دجال کی ہلاکت کی بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ..... فَيَطْلُبُهُ حَتّٰى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ (صحیح مسلم)

"یعنے دجال اسی طرح اپنے دور کی حالت میں ہوگا کہ خدا تعالیٰ مسیح ابن مریم کو مبعوث کرے گا۔ اور وہ دجال کا پیچھا کرے گا۔ حتیٰ کہ وہ اسے جھگڑا کرنے والوں کے دروازہ تک پہنچ کر قتل کر دے گا۔"

اس حدیث میں جو باب لُدّ کے الفاظ بیان ہوئے ہیں۔ ان میں دو لطیف اشارے کرنے مقصود ہیں۔ ایک یہ کہ مسیح موعود اور دجال کا مقابلہ تلوار کا مقابلہ نہیں ہوگا۔ بلکہ دلائل اور براہین کا مقابلہ ہوگا دوسرے یہ کہ اس علمی مقابلہ میں مسیح موعود دجال کو برابر پیچھے دھکیلتا جائے گا۔ حتیٰ کہ اسے اس کے دروازہ تک (یعنی جھوٹ کے گھر تک) پہنچا دے گا۔ اور وہاں اسے اپنے دلائل اور براہین اور علمی اور روحانی تاثیرات کے ذریعہ ہلاک کر دے گا۔ اور اس علمی اور روحانی مقابلہ کے ساتھ ساتھ دجال کی ظاہری طاقت بھی نمک کی طرح پگھلنی شروع ہو جائے گی۔ چنانچہ دوسری جگہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اِذَا نَظَرَ اِلَيْهِ الدَّجَّالُ ذَابَ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِى الْمَاءِ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۲)

"یعنی جب دجال مسیح کو دیکھے گا۔ اور اس کا زمانہ پائے گا۔ تو وہ اس طرح پگھلنا شروع ہو جائے گا جس طرح کہ نمک پانی میں پگھلتا ہے"

نمک کی مثال میں یہ لطیف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ کہ جس طرح برسات کے موسم میں نمک مرطوب ہوا کے اثر کے ماتحت پگھلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب مسیح موعود کے زمانہ میں آسمانی بارش کا نزول ہوگا۔ اور خدائی فرشتے اپنی روحانی طاقتوں کو حرکت میں لائیں گے۔ تو ان نیبی تاثیرات کے نتیجہ میں دجالی طاقتیں خود بخود دبنی شروع ہو جائیں گی اور آسمان سے ایسی ہوا چلے گی۔ جو دجالی خیالات کے جراثیم کو آہستہ آہستہ ملیا میٹ کرکے رکھ دیگی۔ اور شرک اور تثلیث کی جگہ توحید کا دور دورہ شروع ہو جائے گا۔ خلاصہ کلام یہ کہ اسلام نے آخری زمانہ میں اپنی فتح اور کامیابی کی جو پیشگوئی کی تھی۔ وہ ایک خوش عقیدگی کا نعرہ نہیں تھا۔ جو مقابل کی طاقتوں کو نظر انداز کرکے یونہی اندھیرے میں لگا دیا گیا۔ بلکہ اسلام نے تمام متوقع خطرات بیان کرنے اور امت کو چوکس اور ہوشیار کرنے کے بعد یہ پیشگوئی فرمائی تھی۔

حضرت مسیح موعودؑ کے خدشات اور بلند مقام امید

یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے۔ کہ آپ نے بھی اپنے مقابل کے خطرات کو پوری طرح محسوس کیا۔ اور اپنی جماعت کو ان خطرات کے متعلق اندھیرے میں نہیں رکھا۔ بلکہ علی الاعلان ان کا اظہار فرمایا چنانچہ اپنی ایک نظم میں فرماتے ہیں ؎

جنگ روحانی ہے اب اس خادم و شیطان کا
دل گھٹا جاتا ہے یا رب سخت ہے یہ کارزار
جنگ یہ بڑھ کر ہے جنگ روس اور جاپان سے
میں غریب اور ہے مقابل پر حریف نامدار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

مگر اس خوفناک جنگ سے آپ کا دل گھبرایا نہیں اور مایوس نہیں ہوا۔ بلکہ آپ اپنے مقابل کی طاقتوں کو للکار کر فرماتے ہیں کہ مجھے کمزور نہ جانو۔ کیونکہ میں خدا کا ایک شیر ہوں اور میرے پیچھے ایک ایسی ہستی کا ہاتھ ہے۔ جس کے سامنے دنیا کی کوئی طاقت ایک لومڑی کی حیثیت بھی نہیں رکھتی۔ چنانچہ اسی نظم میں آگے چلکر فرماتے ہیں۔ . .

مجھ کو پردے میں نظر آتا ہے میرا اک معین
تیغ کو کھینچے ہوئے اس پر جو کرتا ہے وہ وار
دشمن غافل اگر دیکھے وہ بازو وہ سلاح
ہوش ہو جائیں خطا اور بھول جائے سب نقار
جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

خلاصہ کلام یہ کہ خدا کی طرف سے آنے والے مصلح نہ تو ایک طرف اپنے مقابل کی طاقتوں اور خطرات کی طرف سے آنکھیں بند کرتے ہیں۔ اور نہ دوسری طرف ان خطرات کی وجہ سے ڈرتے اور مایوس ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ ان خطرات کے باوجود اپنی آخری فتح کے متعلق کامل یقین رکھتے ہیں۔ اور اسی بصیرت تامہ اور یقین کامل کے دم سے محاذ میں ان کی کامیابی کا راز مخفی ہوتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے دوسرے لوگوں میں سے ایک طبقہ تو ایمان کی کمزوری کی وجہ سے بسا اوقات خطرات کو دیکھ کر مایوسی کی طرف جھکنے لگ جاتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے۔ کہ ان بھاری مشکلات کے ہوتے ہوئے ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اور دوسرا طبقہ اپنے رستہ کی مشکلات سے غافل رہ کر گویا جنت الحمقاء میں زندگی گذارتا ہے۔ اور اپنی جھوٹی تسلی کی وجہ سے اس جدوجہد اور قربانی میں حصہ نہیں لیتا۔ جو ظاہری اسباب کے ماتحت خدائے حکیم نے کامیابی کے لئے مقدر کر رکھی ہے۔ اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ الایمان بین الرجاء والخوف یعنی سچا ایمان امید اور خوف کے بین بین قائم

نوٹ: جب ۱۹۰۵ء میں روس اور جاپان کی جنگ ہوئی۔ تو اس وقت روس کے مقابل پر جاپان کی ایسی حالت تھی جیسے کہ ایک بڑے پہاڑ کے مقابلہ پر ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہوتا ہے۔

ہوا کرتا ہے۔ نہ تو محض امید کا پہلو ہو۔ جو انسان کو جدوجہد سے غافل کر دیتا ہے۔ اور نہ ہی خوف کا غلبہ ہو۔ جو مایوسی کا دروازہ کھولتا ہے۔

مایوسی کی چار امکانی وجوہات ہیں پہلی وجہ اور ایٹم اور آدم کا موازنہ

دراصل یہی قسم کی مایوسی عموماً چار وجوہ سے پیدا ہوتی ہے۔ پہلی وجہ ایک مرکب قسم کی وجہ ہے۔ جس میں ایک طرف تو اپنے مقابل کے خطرات اور مشکلات کا حد سے زیادہ بڑھا ہوا احساس ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف ایمان کی کمزوری اور خدائی وعدوں پر عدم بھروسہ کا غلبہ ہوتا ہے۔ مشکلات اور خطرات کا احساس بے شک ہونا چاہیئے، اور ضرور ہونا چاہیئے۔ لیکن ان مشکلات کو ہوّا نہیں بنا لینا چاہیئے۔ جنہیں دیکھ کر ہاتھ پاؤں پھولنے لگیں۔ اور انسان مایوس ہو کر اپنی قسمت پر فاتحہ خوانی کرنے لگ جائے۔ بلکہ مشکلات کے احساس کا صرف یہ نتیجہ ہونا چاہیئے۔ کہ انسان ان مشکلات پر قابو پانے کے لئے اپنی جدوجہد کو تیز سے تیز تر کر دے۔ اور دوسری طرف سچے ایمان کا یہ تقاضا ہونا چاہیئے۔ کہ انسان کے لئے خدائی وعدے محض ایک دل بہلانے کا کھلونا نہ ہوں بلکہ ایک ایسی زندہ حقیقت ہوں۔ جنہیں وہ گویا اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتے دیکھ رہا ہے۔ کاش ہمارے دوست اس حقیقت کو سمجھیں۔ کہ ایمان میں کتنی زبردست طاقت مخفی ہے۔ اے کاش وہ سمجھیں! حضرت مسیح ناصریؑ کے بعض اقوال بڑے پیارے ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اگر تمہارے اندر رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو (ہاں ہاں سچا اور زندہ ایمان) تو تم پانیوں پر چلو اور پہاڑوں کو حرکت میں لے آؤ مگر افسوس کہ مسیح ناصریؑ نے یہ زریں تعلیم تو دی مگر وہ اپنے حواریوں میں ایسا زندہ ایمان پیدا نہ کر سکے۔ لیکن ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) نے اپنی اعلیٰ قوت قدسیہ کے ذریعہ صحابہؓ میں وہ ایمان پیدا کر دیا۔ جس نے دیکھتے دیکھتے دنیا کی کایا پلٹ دی۔ اور بڑے بڑے پہاڑوں پر زلزلہ وارد کر دیا۔ ہمارے رسول پاکؐ کے صحابہؓ اسلام کی فتح کی خاطر موت کے منہ میں اس طرح کودتے تھے۔ کہ گویا اپنے خون کے قطروں میں جنت کا نظارہ دیکھ رہے ہیں۔ مگر جہاں ایمان کامل نہ ہو۔ وہاں انسان ہر مشکل کو ایک ہوّا سمجھ کر دل چھوڑ دیتا ہے۔ پس اسلام اور احمدیت کے غلبہ کے متعلق شبہات میں مبتلا ہونے والوں کی پہلی غلطی یہ ہے۔ کہ ان کی مشکلات اور خطرات کو دیکھنے والی آنکھ حد سے زیادہ تیز ہے۔ جو ہر چیز کو بہت بڑھا چڑھا کر دیکھتی ہے۔ مگر ان کا ایمان اس قدر کمزور ہے کہ وہ اپنے گردوپیش کے حالات کی وجہ سے خدائی وعدوں

پر ایسا یقین نہیں رکھتے۔ جو ایک سچے مومن کو حاصل ہوا کرتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات اپنے شکوک و شبہات کے جا و بے جا اظہار سے دوسرے لوگوں کو بھی بد دل کرتے رہتے ہیں۔

در اصل وہ ان عظیم الشان طاقتوں سے بالکل بے خبر ہیں۔ جو ان کے خدا کو حاصل ہیں۔ اور دوسری طرف وہ ان وسیع طاقتوں سے بھی بے خبر ہیں جو خود ان کو حاصل ہیں۔ کیا ایسے لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ ایک ادنیٰ سے ایٹم میں تو خدا نے یہ طاقت ودیعت کی ہوئی ہے۔ کہ اگر وہ ایک خاص رنگ میں تیار کیا جا کر پھٹے تو ایک ملک کو ہلاک کر کے رکھ دے۔ مگر احسن تقویم میں پیدا کئے جانے والے اشرف المخلوقات انسان میں کوئی خاص طاقت ودیعت نہیں کی گئی۔ بلکہ وہ ہر مشکل کے سامنے جھک جانے اور ہر خطرہ کے وقت لوگوں کی ٹھوکریں کھانے کے لئے پیدا کیا گیا ہے!!

هيهات هيهات لما توصفون

دوسری امکانی وجہ

اس غلط فہمی کی دوسری امکانی وجہ یہ ہے کہ عام لوگوں کی نظریں صرف ظاہری حالات اور ظاہری اسباب تک محدود رہتی ہیں۔ اور وہ صرف اسی مادی اور ظاہری نظارہ کی بناء پر اپنے خیالات اور قیاسات قائم کرتے ہیں۔ اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ الٰہی سلسلہ کتنا کمزور ہے اور اس کے مقابل کی طاقتیں کتنی زبردست اور کتنی وسیع ہیں۔ تو وہ مایوس ہونے لگتے ہیں۔ حالانکہ خدائی سلسلے صرف ظاہری اور مادی اسباب کی بناء پر ترقی نہیں کیا کرتے۔ بلکہ زیادہ تر ان مخفی اور روحانی تاثیرات کی بناء پر ترقی کرتے اور غلبہ پاتے ہیں۔ جو خدائے حکیم و قدیر ان کی تائید میں لگا دیتا ہے۔ قرآن مجید نے اسی غرض سے حضرت آدم کے قصہ میں یہ نکتہ بیان کیا ہے۔ کہ جب خدا نے آدم کو پیدا کیا۔ تو اس کے ساتھ ہی فرشتوں کو یہ حکم دیا۔ کہ چونکہ اس آدم کے ذریعہ مجھے دنیا میں اصلاح کا کام کرنا ہے۔ اس لئے اب تم سب آدم کی بعثت کے مقاصد کو کامیاب کرنے میں ہمہ تن مصروف ہو جاؤ۔ اور اس کمزور اور نحیف انسان کو صرف اسکی ظاہری کوششوں پر تنہا نہ چھوڑ دو۔ تب اس الٰہی حکم کے نتیجہ میں فرشتوں کی تمام روحانی فوج اپنے سارے ساز و سامان کے ساتھ خدائی مصلح کی تائید و نصرت میں لگ جاتی ہے۔ اور سوائے شیطان اور اس کے چیلے چانٹوں کے باقی سب مخفی طاقتیں جو نیچر میں ودیعت کی گئی ہیں۔ ابھر کر اور استادہ ہو کر اصلاح کے کام میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ یہی صورت ہر روحانی مصلح کے وقت میں برپا ہوا کرتی ہے۔ اور نیچر کی ان مخفی طاقتوں کے ذریعہ انسانی قویٰ کو ایک ایسی قوت حاصل ہو جاتی ہے کہ گویا ایک رینگتا ہوا اور ٹھوکریں کھاتا ہوا انسان روح القدس کے پروں پر سوار ہو کر اڑنے لگ جاتا ہے۔ اور دنیا حیران ہوتی ہے۔ کہ اس کمزور اور نحیف انسان کو یہ خارق عادت کامیابی اور یہ ترقی کس طرح حاصل ہو گئی؟ قرآن مجید نے جو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد اور غزوۂ خندق کے ذکر میں فرشتوں کا مسلمانوں کی تائید میں اترنا بیان کیا ہے۔ اس سے یہی غیبی نصرت مراد تھی۔ جس کے ذریعہ کفار کے دل اپنی ظاہری طاقت اور اپنے ظاہری ساز و سامان کے باوجود ان کے سینوں کے اندر بیٹھے جاتے تھے۔ اور مسلمانوں کے دل اپنی بے سرو سامانی اور کمزوری کے باوجود فتح کی امیدوں سے سرشار تھے۔ اور اس کے علاوہ اور بھی کئی رنگ میں مخفی در مخفی آسمانی طاقتیں مسلمانوں کی مدد کر رہی تھیں۔

پس اس قسم کے شبہات کی دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ بعض لوگ صرف ظاہری حالات اور ظاہری اسباب کو دیکھ کر ڈرنے لگتے اور مایوسی کی طرف جھکنے لگ جاتے ہیں۔ کہ یہ کمزور انسان اپنے چند گنتی کے ساتھیوں کے ساتھ اور اپنے نہایت درجہ محدود وسائل کی بناء پر ان عظیم الشان طاقتوں اور مہیب خطرات پر کس طرح غالب آسکے گا۔ جو اس کے سامنے صف آرا ہیں۔ حالانکہ یہ ایک موٹی سی بات ہے۔ کہ اگر کوئی خدا ہے۔ اور اگر خدا کو ساری طاقتیں حاصل ہیں۔ تو پھر یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ وہ ایک کمزور انسان کو دنیا کے متلاطم اور متموج سمندر میں پھینک کر اسے اس کی نہایت درجہ محدود طاقتوں کے ساتھ اکیلا چھوڑ دے۔ اور پھر اس سے یہ امید رکھے کہ وہ ساری دنیا پر غالب آجائے گا۔ یقیناً جب خدا کسی انسان کو دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث کرتا ہے۔ تو پھر زمین و آسمان کی تمام مخفی طاقتوں کو اس کی تائید اور نصرت میں لگا دیتا ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے۔ جس کی طرف حضرت مسیح موعود اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا
(آئینہ کمالات اسلام)

"یعنی اے بھائی تجھے تو اس وقت دین کی نصرت کا اجر مفت میں مل رہا ہے۔ ورنہ یہ ایک خدائی تقدیر ہے۔ جو ہر حال میں پوری ہو کر رہے گی۔"

تیسری امکانی وجہ

تیسری بڑی وجہ اس قسم کے شبہات اور مایوسی کی یہ ہوا کرتی ہے۔ کہ لوگ اپنے ماحول کے جتھوں اور پارٹیوں کو تو ایک قائم شدہ اور پھلے پھولے مضبوط درخت کی صورت میں دیکھتے ہیں۔ لیکن اپنی جماعت ان کے سامنے صرف ایک بیج کی شکل میں آتی ہے۔ اور چونکہ ان میں صحیح تخیل کا فقدان ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ایک جسیم اور توانا درخت کے مقابلہ پر ایک چھوٹے سے بیج کو دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں احساس کمتری پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ حالانکہ صحیح اندازہ کرنے کا طریق یہ ہے۔ کہ جس طرح وہ اپنی ابتدا کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح کئی سو سال پیچھے جا کر اپنے مقابل کی قوموں کی بھی ابتدا پر نظر ڈالیں تاکہ بیج کے سامنے بیج کو رکھ کر صحیح موازنہ ہو سکے۔ نہ یہ کہ اپنا تو بیج دیکھا جائے۔ اور دوسری قوموں کا پلا پلایا سا درخت۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہی لے لو۔ آج مسیحیت کا جو عظیم الشان درخت ہمیں نظر آتا ہے۔ جس کی شاخیں دنیا بھر کے کونوں کو گھیرے ہوئی ہیں۔ اور جس کے سائے میں یورپ اور امریکہ کی قومیں اپنے معراج کو پہنچی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اس کی ابتدا کیا تھی؟ اگر آپ لوگوں کو مسیحیت کی تاریخ سے واقفیت نہیں۔ اور آپ کا تخیل بھی پرواز کی طاقت سے محروم ہو چکا ہے۔ تو خود حضرت مسیح ناصریؑ کی زبان سے سنئے۔ اپنی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اور کس دردناک انداز میں فرماتے ہیں کہ:-

"لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں۔ اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے۔ مگر ابن آدم کے لئے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں۔"

(متی باب ۸ آیت ۲۰)

یہ اس ابن آدم کی زندگی کا حال ہے۔ جس کی غلامی کا آج یورپ اور امریکہ اور آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ اور جنوبی افریقہ وغیرہ کی ترقی یافتہ اقوام دم بھرتی اور اس کے سامنے گھٹنے ٹیکتی ہیں۔ اور مسیح ناصریؑ کی زندگی کا انجام کیا ہوا؟ یہی ناکہ چند گنتی کے یہود کے کاہنوں اور فریسیوں نے اسے پکڑ کر اس کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا اور اس کے منہ پر تھوکا۔ اور اسے بانس کی چھڑیوں سے مارا۔ اور بالآخر ایک رومی حاکم کے فیصلہ کے مطابق اسے صلیب پر لٹکا دیا۔ جہاں بقول عیسائیوں کے اس نے ایلی ایلی لما سبقتانی (میرے خدا! میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا) کی آہیں بھرتے ہوئے جان دی۔ اور اس کے سب حواری جو تعداد میں صرف بارہ کس تھے اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور ان میں سے بعض نے اپنے آپ کو بچانے کے لئے مسیح پر لعنت تک کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ اگر اس ابتداء سے شروع ہونے والا مذہب آج ساری دنیا پر چھا سکتا ہے۔ تو احمدیت کیوں غالب نہیں آسکتی۔ جس کے مقدس بانی کی وفات کے وقت چار لاکھ انسان اس کی غلامی کا دم بھرتے تھے۔ اور اس کے بعض خادموں نے اس پر ایمان لانے کی وجہ سے سنگساری جیسی سخت سزا کو برداشت کیا۔ اور حمد کے گیت گاتے ہوئے جان دی۔ مگر اپنے آقا کی غلامی سے منہ نہیں موڑا اور ظاہر ہے کہ احمدیت کا غلبہ اسلام ہی کا غلبہ ہے۔ کیونکہ احمدیت اسلام سے کوئی جداگانہ چیز نہیں۔ بلکہ وہ صرف قرآنی شریعت اور حضرت سرور کائنات کی نبوت کی خدمت ہی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ فافہم و تدبر و لا تکن من الممترین۔

چوتھی امکانی وجہ

اس قسم کے شبہات کی چوتھی امکانی وجہ یہ ہے کہ لوگ عموماً الٰہی سلسلوں میں جلال اور جمال کے فرق کو نہیں سمجھتے۔ اور اس سنت الٰہی سے ناواقف ہیں۔ جو جلالی اور جمالی مصلحوں کی ترقی میں علیحدہ علیحدہ کارفرما ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ دوسرے دلائل کے مقابل پر بے بس ہو کر عموماً یہ شبہ پیش کیا کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قائم کردہ جماعت نے تو تیس چالیس سال کے قلیل عرصہ میں اس وقت کی تمام معلوم اور مہذب دنیا کے قریباً ایک تہائی حصہ پر غلبہ پا لیا۔ مگر احمدیت ستر سال گزرنے کے باوجود ابھی تک ہر کہ و مہ کی ٹھوکروں کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔ اور اس کے عالمگیر غلبہ کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی وغیرہ وغیرہ۔ سو اس کے جواب میں اچھی طرح یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اول تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آقا ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ خادم۔ اور آقا اور خادم میں بہرحال فرق ہونا چاہیئے اور اس فرق کو ہر سچا احمدی نہ صرف جانتا اور پہچانتا ہے۔ بلکہ اس میں فخر محسوس کرتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ سارا دھوکا جلالی اور جمالی سلسلوں کے فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ ہر شخص جس نے الٰہی سلسلوں کا گہرا مطالعہ کیا ہو۔ اس بات سے واقف ہونا چاہیئے۔ کہ روحانی مصلح دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک قسم کے مصلح تو وہ ہیں۔ جن کو کوئی نئی شریعت دے کر بھیجا جاتا ہے۔ جیسا کہ مثلاً حضرت موسیٰؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔ جو اپنے اپنے وقت میں تورات اور قرآن مجید کی شریعت لے کر مبعوث ہوئے۔ اور دوسری قسم کے مصلح وہ ہیں۔ جنہیں کوئی نئی شریعت نہیں دی جاتی۔ بلکہ وہ صرف سابقہ شریعت کی خدمت اور استحکام کے لئے مبعوث

کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مسیح موعود بانیٔ سلسلہ احمدیہ تھے۔ جنہیں کوئی نئی شریعت نہیں دی گئی۔ بلکہ وہ علی الترتیب موسوی اور محمدی شریعت کی خدمت کے لئے بھیجے گئے۔ شریعت لانے والے نبی **جلالی مصلح** کہلاتے ہیں۔ کیونکہ انہیں نئی شریعت کے قیام اور اجراء کے لئے نبوت کے ساتھ ساتھ سیاست بھی عطا کی جاتی ہے۔ جس کے بغیر کسی نئی شریعت کا اجراء ممکن نہیں ہوتا۔ ایسے انبیاءؑ مسائل دینی اور حکمت اور روحانی تعلیم و تلقین میں معلّم ہونے کے علاوہ اپنی قوم کے سیاسی حاکم بھی ہوتے ہیں۔ اور مجرموں اور قانون شکنوں کے لئے سزا اور تعزیر کے قوانین بنانے اور سزائیں دینے کا اختیار رکھتے ہیں۔ اور انہیں اپنی زندگی میں حالات کے ماتحت اپنے دشمنوں کے ساتھ جنگیں بھی کرنی پڑتی ہیں۔ اور عام حالات میں ان کی پالیسی **نصیحت اور سزا** کے اصول پر مبنی ہوتی ہے۔ لیکن اس کے مقابل پر **جمالی مصلح** جو صرف کسی سابقہ شریعت کی خدمت کے لئے مبعوث کئے جاتے ہیں۔ انہیں ابتداء میں سیاست عطا نہیں کی جاتی۔ بلکہ وہ امن کے ماحول میں دلائل و براہین اور روحانی نشانات کے ذریعہ نرمی کے طریق پر کام کرتے ہیں۔ اور عام حالات میں ان کی پالیسی **نصیحت اور عفو** کے اصول پر مبنی ہوتی ہے۔ جیسا کہ موسوی سلسلہ میں حضرت مسیح ناصریؑ بانیٔ مسیحیت اور محمدی سلسلہ میں حضرت مسیح موعودؑ بانیٔ احمدیت کا طریق کار نظر آتا ہے۔

جلال اور جمال میں ترقی کا اصولی فرق

جلالی نبیوں کے متعلق خدا تعالیٰ کی یہ سنت ہے۔ کہ وہ بجلی کی سی چمک اور گرج کے ساتھ آتے ہیں۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے دنیا پر چھا جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کہ اپنی محدود زندگی کے اندر اندر اپنی لائی ہوئی شریعت کو قائم اور جاری کر دیں۔ مگر **جمالی مصلح** ایک نرم اور نازک کونپل کی طرح نکلتے ہیں۔ جو آہستہ آہستہ بڑھتی اور درجہ بدرجہ کونپل سے پودا اور پودے سے پیڑ اور پیڑ سے ایک عظیم الشان درخت بن جاتی ہے۔ چنانچہ اس کی مثال میں قرآن مجید فرماتا ہے کہ:۔

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ...... ذالک مثلھم فی التورٰۃ ومثلھم فی الانجیل۔ کزرع اخرج شطئہ فاٰزرہ فاستغلظ فاستوٰی علٰی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار (سورہ فتح ع ۴)

"یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جو صحابی آپ کے ساتھ ہیں۔ وہ اپنی جلالی شان میں کفار کے خلاف تو ایک سخت پتھر کی طرح ہیں۔ جو جس پر گرتا ہے اسے توڑ کر رکھ دیتا ہے مگر آپس میں وہ بہت نرم دل اور رحیم ہیں۔ ان کی یہ تمثیل تورات کے بیان کے مطابق ہے۔ ...... لیکن انجیل کی تمثیل کی رو سے وہ ایک کونپل کی طرح ہیں۔ جو اپنی نرم نرم پتیاں نکالتی ہے۔ اور پھر وہ آہستہ آہستہ مضبوط ہونی شروع ہوتی ہے۔ اور درجہ بدرجہ موٹی ہوتی جاتی ہے۔ اور پھر اپنے تنے پر کھڑی ہو کر قائم ہو جاتی ہے۔ اس کا یہ نشوونما اس کے کاشت کرنے والوں کا دل لبھاتا ہے۔ مگر دشمن اس پر دانت پیستے ہیں۔"

اس لطیف قرآنی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دونوں بعثتوں کا عجیب و غریب نقشہ کھینچا گیا ہے۔ پہلی بعثت جو خود آپ کی ذات والا صفات کے ذریعہ ہوئی۔ وہ صاحب تورات کی طرح **جلالی بعثت** تھی جبکہ **اشداء علی الکفار** والا نظارہ پیش کیا گیا۔ اور مسلمانوں کی جہادی یلغار نے کافروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا۔ اور ہمارے آقا (فداہ نفسی) کے نام لیوا دیکھتے دیکھتے دنیا پر چھا گئے۔ اس کے مقابل پر دوسری بعثت جو **اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم** کے قرآنی وعدہ کے مطابق آپ کے ایک بروز کے ذریعہ آخری زمانہ میں مقدر تھی۔ وہ **جمالی بعثت** تھی جو صاحب انجیل کی طرح جمال کے رنگ میں ایک آہستہ آہستہ بڑھنے والی کونپل کی طرح ظاہر ہوئی۔ اس کونپل اور اس کی دھیمی دھیمی مگر یقینی ترقی کو دیکھ کر خدائی کاشتکار تو خوش ہیں۔ مگر منکرین اس پر دانت پیس رہے ہیں۔ کہ کہیں یہ چھوٹی سی کونپل بعد میں ایک مضبوط درخت بن کر ہم پر نہ چھا جائے۔ اور ضمناً یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ یہ نیچر کا ایک عام قانون ہے۔ کہ جو چیز آہستہ آہستہ بڑھتی ہے۔ وہ عمر بھی لمبی پاتی ہے۔ پس اسلام کی ترقی کا دوسرا دور بھی خدا کے فضل سے بہت لمبا بلکہ دائمی ہو گا۔

خلاصہ کلام یہ کہ جہاں جلالی سلسلوں کے متعلق خدا کی یہ سنت ہے۔ کہ وہ چمکتے اور گرجتے ہوئے آتے ہیں۔ اور دیکھتے دیکھتے ساری فضا پر چھا جاتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰؑ اور ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت میں ہوا۔ وہاں جمالی سلسلوں کے متعلق خدا کی سنت یہ ہے کہ وہ بہت آہستہ آہستہ بڑھتے ہیں۔ اور کافی وقت لیکر اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح ناصریؑ کے سلسلہ میں ہوا۔ یا جیسا کہ اب احمدیت میں ہو رہا ہے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کرام کی برق رفتار ترقی پر حضرت مسیح موعود بانیٔ احمدیت اور آپ کی جماعت کا قیاس کرنا **قیاس مع الفارق** ہے۔ کیونکہ دونوں کا طریق اور مسلک جدا جدا ہے۔ البتہ احمدیت کے متعلق مسیحیت کی رفتارِ ترقی سے ضرور قیاس کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں سلسلے جمالی ہیں۔ جن کے لئے الٰہی سنت کے مطابق آہستہ آہستہ ترقی مقدر تھی۔ چنانچہ دیکھ لو کہ مسیحیت شروع شروع میں تین سو سال تک کن جانگداز امتحانوں اور خطرناک ابتلاؤں میں سے گذری حتیٰ کہ ابتدائی صدیوں میں حضرت مسیح ناصریؑ کے ماننے والوں کو تاریک و تار غاروں میں چھپ چھپ کر اور ہزار ہا قسم کے مظالم کا نشانہ بن کر وقت گذارنا پڑا۔ لیکن جب یہی کمزور سی کونپل بڑھنے پر آئی اور مسیحیت کی ترقی کا زمانہ آیا۔ تو آج یہی قوم جس کے بزرگ دوسرے لوگوں کے پاؤں تلے روندے جاتے تھے۔ ہفت اقلیم کی بادشاہ اور دنیا بھر کی لیڈر بنی بیٹھی ہے۔ کیا یہ ترقی مسیح ناصریؑ کے وقت میں یا ان کی قوم کے ابتدائی تین سو سالوں میں کسی ظاہر بین انسان کے تصور میں آ سکتی تھی؟ پس اے عزیزو! تم احمدیت کی آخری ترقی اور غلبہ کے متعلق کیوں شبہ کرتے ہو؟ تمہیں تو خدا کا شکر کرنا چاہیئے۔ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقدس نام کی طفیل (جس پہ میرا سب مدار[1]) خدا تمہیں مسیح ناصری کی قوم کے مقابلہ پر بہت جلد جلد ترقی دے رہا ہے۔ چنانچہ ابھی احمدیت کے قیام پر ستر سال نہیں گذرے کہ اس الٰہی جماعت کی شاخیں دنیا کے بیشتر ملکوں میں پھیل چکی ہیں۔ اور **انگلستان** اور جرمنی اور **ہالینڈ** اور سوئٹزرلینڈ اور سپین اور ریاستہائے امریکہ اور **نائیجیریا** اور **گولڈ کوسٹ** اور **مشرقی افریقہ** اور مارشس اور اسرائیل اور لبنان اور ہندوستان اور سیلون اور ملایا اور جاوا اور سماٹرا اور بورنیو وغیرہ میں احمدیت کے مناد اسلام کی تبلیغ اور اس کی **نشاۃ ثانیہ** کے استحکام کے لئے دن رات کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اور ان اسلامی مشنوں کے نفوذ سے تثلیث اور شرک کی طاقتیں خائف ہو رہی ہیں۔ سوچو اور بتاؤ۔ کہ کیا یہ ایک ایسی کونپل ہے۔ جس کے درخت بننے کے متعلق شبہ کیا جا سکے؟ دور نہ جاؤ۔ خود ہمارے ملک کے اندر ہی جو مخالفانہ فساد گذشتہ سال برپا ہوا ہے۔ جسے ملک کی فرض شناس حکومت نے مضبوطی کے ساتھ دبا دیا۔ اور ملک کے فہمیدہ طبقہ نے بھی اس کی مذمت کی۔ کیا وہ اس بات کی علامت نہیں تھا۔ کہ وہ لوگ جو اپنی کوتاہ بینی سے اسلام کے اس مضبوط ستون اور تبلیغ کے لحاظ سے گویا **بازوئے شمشیرزن** کو مٹانا چاہتے ہیں۔ وہ بھی اب یہ محسوس کرنے لگے ہیں۔ کہ یہ پودا بہت جلد بڑھ کر درخت بننے کی عمر کو پہنچ رہا ہے۔ **والفضل ما شہدت بہ الاعداء**

[1] حاشیہ:۔ یہ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک شعر کا حصہ ہے۔ جس میں آپ فرماتے ہیں
"پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار"

اسلام اور احمدیت کے غلبہ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی بعض پیشگوئیاں

بالآخر اپنے اس وسیع مضمون کو جسے میں نے طوالت کے ڈر سے نیز اپنی علالت کی مجبوری کے ماتحت نہایت اختصار اور اجمال کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے بعض اقوال اور تحریرات پر ختم کرتا ہوں۔ تا اگر میری نحیف آواز بعض ڈگمگاتے ہوئے دلوں میں تسلی پیدا کرنے کی موجب نہ بنی ہو۔ تو حضرت مسیح موعودؑ کے زبردست مکاشفات ہی کمزور دلوں کی ڈھارس کا باعث بن جائیں۔ سب سے پہلے میں اس اعلان کو لیتا ہوں۔ جو آپ نے کسی الہام کی بناء پر نہیں بلکہ خود اپنی خوردبین روحانی آنکھ کے ذریعہ دور کی فضاء میں پیدا ہوتے ہوئے تغیر کو محسوس کر کے فرمایا۔ فرماتے ہیں اور کس لطف سے فرماتے ہیں:۔

آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار
آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار
باغ میں ملت کے ہے کوئی گلِ رعنا کھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار
آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف[2] کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار
(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

اس کے بعد اسلام اور احمدیت کی آئندہ ترقی کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے۔ کہ خدا اس سلسلہ کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا۔ اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا۔ اور دنیا میں **اسلام سے مراد یہی سلسلہ ہو گا** یہ اس خدا کی وحی ہے۔ جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۵۶)

(باقی دیکھو صفحہ ۱۹ پر)

[2] یوسف سے اس جگہ اسلام کی ترقی مراد ہے۔ جو اس وقت گویا امتِ محمدیہ کا ایک کھویا ہوا متاع ہے۔

یہ محیر العقول کارنامہ کیسے ظہور میں آیا؟

ربوہ کی پاک بستی ـــ اور ـــ اُس کے قیام کا آسمانی مقصد

(مسعود احمد)

ربوہ صرف مہاجرین کی ایک بستی نہیں ہے بلکہ یہ اُن اہلِ نظر کی ایک بستی ہے جو اسلام کی عظمت کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اُن کے اِس عزم کی بدولت ہی ربوہ کی شکل میں وہ عظیم کارنامہ ظہور میں آیا۔ جو دنیا کو محیر العقول نظر آرہا ہے۔ اور دنیا والے حیران ہیں کہ یوں تو لاکھوں لاکھ مہاجر پاکستان آیا اور آکر یہاں آباد ہوا لیکن اِن چند اہلِ نظر کے سوا اور کوئی اپنی ہمت اور عزم کے بل بوتا پر کوئی بستی آباد نہیں کر سکا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے احسان کے نتیجے میں ربوہ کا بے آب و گیاہ میدان اب باقاعدہ ایک چھوٹے سے شہر کی صورت اختیار کر چکا ہے ـــ دنیا والے حیران ہیں کہ سنگلاخ چٹانوں کی یہ وادی جو صدیوں سے سوئی ہوئی تھی۔ اور اپنے ہولناک ویرانے کے باعث ایک پُرہول منظر پیش کر رہی تھی دیکھتے ہی دیکھتے کیسے بیدار ہو گئی اور کس طرح اس کا ایک ایک ذرہ زندگی سے معمور نظر آنے لگا۔ ان کی یہ حیرت اور اُن کا یہ استعجاب اس لئے ہے کہ ان کی ظاہر بین نگاہوں میں ربوہ مہاجرین کی ایک بستی سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں ربوہ کے تعمیر ہو جانے سے زیادہ اس بات پر تعجب آتا ہے کہ وہ لاکھوں لاکھ مہاجر جو مشرقی پنجاب سے احمدیوں کی طرح ہی لٹ لٹا کر آئے تھے کیوں ایسی بستیاں نہیں بنا سکے۔ اور اگر ابھی تک نہیں بنا سکے۔ تو اس سے سبق لے کر کیوں ایسی بستیاں بسانے کی کوشش نہیں کرتے۔ ان کا عام تاثر یہ ہے کہ چونکہ احمدی منظم ہیں۔ ان کے درمیان اخوت کا جذبہ ہے اور وہ ایک دوسرے کا دکھ سکھ بٹانا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اس لئے وہ ان خوبیوں کی بدولت ایک مصیبت عظمیٰ پر قابو پانے میں کامیاب ہو گئے اور انہوں نے اپنے لئے ایک ایسی جگہ بنا لی۔ جہاں وہ آرام سے زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ نہ وہ ربوہ کی اہمیت سمجھتے ہیں اور نہ اس کے سوا کوئی اور سبق لینے کی طرف ان کے ذہن منتقل ہوتے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۴۸ء کے اواخر میں جب ربوہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اور وہاں ایک نئی بستی کی طرح بیل پڑنے لگی۔ تو لاہور کے ایک اخبار نے کچھ اسی قسم کے تاثرات کا اظہار کیا اس نے لکھا:-

"ایک مہاجر کی حیثیت سے ہمارے لئے ربوہ ایک سبق ہے۔ ساٹھ لاکھ مہاجر پاکستان آئے لیکن اس طرح کہ وہاں بھی اُجڑے اور یہاں بھی کسمپرسی نے انہیں منتشر رکھا ..... ہم اعتقادی حیثیت سے احمدیوں پر ہمیشہ طعنہ زن رہے ہیں۔ لیکن ان کی تنظیم ان کی اخوت اور دکھ سکھ میں ایک دوسرے کی حمایت نے ہماری آنکھوں کے سامنے ایک نیا قادیان آباد کرنے کی ابتدا کر دی ہے مہاجرین میں وہ لوگ بھی آئے جن میں خدا کے فضل سے ایک ایک آدھی آدھی بستیاں بسا سکتا تھا لیکن ان کا روپیہ ان کی ذات کے علاوہ کسی غریب ہمسائے کے کام نہ آسکا۔ ربوہ ایک اور نقطۂ نظر سے بھی ہمارے لئے قابل تقلید ہے وہ یہ کہ حکومت بھی اس سے سبق لے سکتی ہے۔ اور مہاجرین کی صنعتی بستیاں اسی نمونے پر بسا سکتی ہے۔"

(روزنامہ سفینہ لاہور مورخہ ۱۳ر نومبر ۱۹۴۸ء)

اخبار مذکور نے تعریف و توصیف یا تحسین و آفرین کے طور پر جو کچھ لکھا اس سے ظاہر ہے کہ دنیا کی نگاہ میں ربوہ کی تعمیر کا مقصد اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں ہے کہ قادیان کے لٹے ہوئے بے گھر مہاجروں کو آباد کر دیا جائے۔ حالانکہ اگر قادیان سے آئے ہوئے بے گھر مہاجر آباد ہونا چاہتے تو وہ بھی دوسرے مہاجروں کی طرح زرخیز زمینوں کا رُخ کرتے یا شہروں کی طرف دوڑتے ـــ انہوں نے ایک ریتلے میدان کو جو صدیوں سے پانی کے قطرے قطرے کو ترس رہا تھا اور جہاں گھاس کی ایک پتی بھی دیکھنے کو نظر نہ آتی تھی۔ شہروں اور مرغزاروں پر ترجیح دی۔ بلکہ اسے الاٹ نہیں کرایا بلکہ اس حال میں خریدا کہ تھور کی آمیزش کے باعث اس کی زمین بالکل بیکار اور بے مصرف تھی۔ اور اس قابل نہ تھا کہ کوئی اسے خریدنے کی حماقت کرتا۔ یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ ان کے سامنے ایک عظیم مقصد تھا۔ اتنا عظیم کہ جو انہیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ ورنہ کیا شہروں اور سرسبز علاقوں کو چھوڑ کر اپنی جان کو اس طرح جوکھوں میں نہ ڈالتے۔ وہ عظیم مقصد کیا ہے۔ اور وہ کونسی قوت ہے۔ جس نے انہیں اس مقصد عظیم کو اپنا مطمح نظر بنانے پر آمادہ کیا؟ وہ مقصد دنیا بھر میں خدا تعالیٰ کی عظمت قائم کرنے اور اطراف و جوانب عالم میں بسنے والے انسانوں کے قلوب پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بادشاہت کا سکہ بٹھانے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور وہ قوت جس نے یہ سب کچھ کر دکھانے کے عزم سے لبریز کیا خلافت کا وہ آسمانی نظام ہے جو اپنی ذات میں خود ایک عظیم الشان مرکز ہے۔ اس قوت نے انہیں ایک عظیم حادثے کے نتیجے میں منتشر ہونے کے بعد پھر اکٹھے ہونے اور اپنے لئے ایک نیا مرکز بنانے پر آمادہ کیا۔ بالکل اسی طرح جس طرح شہد کی مکھیاں ایک چھتہ تباہ ہونے کے چند گھنٹے بعد ہی دوسرا چھتہ بنانا شروع کر دیتی ہیں۔ ان کا ایک جگہ سے منتشر ہو کر دوسری جگہ پر جمع ہو جانا کچھ اسی طرح ظہور میں آیا ہے گویا ایک وسیع وادی میں بھیڑوں کا ایک بھاری گلہ جمع تھا۔ جو اطمینان اور امن کی حالت میں ادھر اُدھر چلتا پھرتا تھا۔ اچانک اس گلہ پر چاروں طرف سے درندوں نے حملہ کر دیا۔ اور یہ بھیڑیں ادھر ادھر اس طرح منتشر اور پراگندہ ہو گئیں کہ آن کی آن میں ساری وادی خالی نظر آنے لگی۔ لیکن جب ساتھ کی وادی پر چڑھ کر نگاہ ڈالی گئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ساری بھیڑیں جو چاروں طرف منتشر ہو کر بظاہر ختم شدہ نظر آتی تھیں۔ اس نئی وادی میں اپنے گلہ بان کی نگرانی میں پھر جمع ہو چکی ہیں۔ گویا بجلی کی چمک کی طرح ایک حملہ ہوا۔ اور اس حملے کے نتیجے میں ایک ایک بھیڑ منتشر ہو کر نظروں سے غائب ہو گئی۔ لیکن آنکھ جھپکتے ہی یہ نظارہ نظر آیا کہ یہ ساری بھیڑیں ساتھ کی وادی میں پہلے کی طرح جمع ہو کر نئی وادی کی زینت بن رہی ہیں۔

(اقتباس از مضمون تحریر فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ۔ الفضل مورخہ ۵ اپریل ۱۹۵۰ء)

یہ بھیڑیں ایک دفعہ منتشر ہونے کے بعد یکایک دوسری وادی میں کس طرح اور کیونکر جمع ہوئیں اس کا جواب اس مقصد عظیم اور خلافت کے اس روحانی نظام میں مضمر ہے۔ جس کی قوت نے انہیں اوپر اٹھا دیا ہے۔ چنانچہ جب قادیان کے مہاجرین کا یہ قافلہ پاکستان پہونچا۔ تو اس قافلے کے سالار نے یہاں قدم رکھتے ہی اعلان کیا۔

"ہمیشہ اس بات کو مدنظر رکھو کہ تم نے بے مرکز کبھی نہیں ہونا کیونکہ اسلام کا غلبہ اور احمدیت کی ترقی مرکزیت کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔"

ان الفاظ کا کانوں میں پڑنا تھا کہ سب کی نگاہیں سالار قافلہ کی طرف اٹھ کھڑی ہوئیں کہ انہیں کس طرف کوچ کا حکم ملتا ہے۔ چنانچہ اتنی ہی دیر تھی کہ یہ سارا قافلہ لبیک یا امیر المومنین لبیک کہتا ہوا اس لق و دق بے آب و گیاہ اور ریتلے میدان میں آ جمع ہوا جو آج ربوہ کے مبارک نام سے موسوم ہے۔ یہ زمین جو صدیوں سے ویران چلی آ رہی تھی۔ یکایک اس کی قسمت جاگ اٹھی اور ایسی جاگی کہ اس کی سیاہ چٹانیں اور بنجر ٹیلے اپنی خوش بختی کے باعث رشک صد گلزار بن گئے کیونکہ مشیت ایزدی نے اسے ان قدوسیوں کا مسکن قرار دیا کہ جنہیں اس زمانے میں تمام روئے زمین پر آسمانی بادشاہت قائم کرنے کے لئے چنا گیا ہے دیکھتے ہی دیکھتے اس وادی غیر ذی زرع کے ویرانے اس نور سے جگمگانے لگے کہ جس کے ذریعہ تمام روئے زمین کا بقعۂ نور میں تبدیل ہونا مقدر ہے ربوہ کا افتتاح جس طریق پر عمل میں آیا۔ وہ خود اس مقصد عظیم کا آئینہ دار ہے جس نے لٹے ہوئے نادار مہاجرین کے ہاتھوں ایک نیا شہر آباد کرا دیا۔ اور دنیا محو حیرت ہو کر بے ساختہ پکار اٹھی:

"ربوہ عوام اور حکومت کے لئے ایک مثال ہے اور زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ لمبے چوڑے دعوے کرنے والے منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں اور عملی کام کرنے والے کوئی دعوے کئے بغیر کچھ کر دکھاتے ہیں۔"

(روزنامہ سفینہ مورخہ ۱۳ر نومبر ۱۹۴۸ء)

چنانچہ وہ روح پرور نظارہ آج بھی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے کہ جب ۲۰ ستمبر ۱۹۴۸ء یعنی بروز پیر (دوشنبہ) ربوہ کا افتتاح وقوع میں آیا۔ اس روز سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پہلے قدم کے طور پر چند گھنٹے کے لئے لاہور سے وہاں تشریف لے گئے۔ بہت سے احباب کی معیت میں اس سرزمین پر نماز ظہر ادا کی اور پھر ایک نہایت درد بھرا اور ولولہ انگیز تقریر کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور لمبی دعا کی کہ وہ اس نئی قائم ہونے والی آبادی کو اپنے فضلوں اور رحمتوں اور برکتوں سے نوازے اور اس میں آباد ہونے والے لوگوں کو اسلام کی خدمت کی توفیق عطا کرے اور قیامت تک عطا کرتا چلا جائے۔ اس دعا سے فارغ ہونے کے بعد پانچ بکرے ذبح کئے گئے چار چاروں کونوں پر اور ایک

اس سرزمین کے وسط میں وسط والا بکرا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسنون دعائیہ الفاظ کے ساتھ خود ذبح کیا۔ گویا اس نو بستی کی افتتاحی رسم نماز، دعا اور قربانی پر مشتمل تھی۔ ان نمازوں، دعاؤں اور قربانیوں کا مقصد کیا تھا؟ کیا محض قادیان کے لٹے ہوئے مہاجرین کی آبادکاری؟ نہیں محض آبادکاری ہی نہیں بلکہ ان کا مقصد دنیا بھر میں اسلام کو غالب کر دکھانے کے عزم کی تجدید تھا۔ اس عظیم الشان عزم کی تجدید کا حال خود سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی زبان مبارک سے سنئے۔ حضور نے اس موقعہ پر ان دعاؤں کی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی بنیاد رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مانگی تھیں متعدد بار تلاوت کرتے ہوئے فرمایا:۔

"آج ہم حضرت ابراہیمؑ کی طرح اس وادی بے آب وگیاہ میں اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے کے لئے ایک ایسی بستی کی بنیاد رکھ رہے ہیں جو مکہ معظمہ کی طرح تمام دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بادشاہت قائم کرنے کا موجب ہوگی۔ یہ درست ہے کہ مکہ معظمہ مکہ معظمہ ہے اور حضرت ابراہیمؑ ابراہیمؑ ہی ہیں مگر بے وقوف ہے وہ شخص جو یہ سمجھ کر کہ مجھے وہ درجہ حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دروازے سے بھیک مانگنے سے گریز کرے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت جس وقت جوش میں ہو۔ اور وہ اپنے بندوں کو اپنے فضلوں سے نوازنا چاہے وہاں انسان کا کام ہے کہ وہ اپنا برتن بھی آگے کر دے اس وقت اس کا برتن خالی نہیں رہے گا۔

جس نیت اور جس ارادے کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی بنیادیں استوار کی تھیں آج ہم بھی اسی نیت اور اسی ارادے کے ساتھ اس چٹیل میدان میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا جھنڈا گاڑنے کے لئے جمع ہوئے ہیں گو ہم کمزور ہیں اور ہمیں وہ مقام حاصل نہیں۔ مگر یہ چیز اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب نہیں بلکہ اس کی خوشنودی کا باعث ہوگی۔ وہ یہ خیال کرے گا کہ دیکھو میرے بندے کمزور و ناتواں ہونے کے باوجود میرے نام کو اس وادیٔ بے آب وگیاہ سے بلند کرنے کا عزم لے کر کھڑے ہوئے ہیں۔ کیوں نہ میں ان کو بھی وہ توفیق اور وہ سعادت بخشوں جو مکہ والوں کو ان کے اسی عزم کی وجہ سے بخشی تھی۔ سو اس کام کی نقل اللہ تعالیٰ کے فضل کو کھینچنے کا باعث ہوگی اور اس کی رحمت کو جوش میں لانے کا موجب ہوگی۔"

(خلاصہ تقریر سیدنا حضرت امیرالمومنین الفضل ۳۰ ستمبر ۱۹۴۸ء)

اسلام کو دنیا بھر میں غالب کر دکھانے کے عزم کی تجدید کا شہر بسانا اس میں آرام سے زندگی گزارنے کے ساتھ ممکن نہیں تھا بلکہ یہ امر کا متقاضی تھا کہ اس شہر میں بسنے والے اپنا جان و مال اس راہ میں وقف کئے رکھیں اور اس کی خاطر قربانیاں پیش کرتے چلے جائیں۔ چنانچہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"اب پانچ قربانیاں کی جائیں گی چار چاروں کونوں پر اور ایک وسط میں جو اس بات کا اقرار ہوگا کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کے حکم کے ماتحت اپنے بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہوگئے تھے اور خدا نے ان کی قربانی کو قبول فرما کر بکرے کی قربانی کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح اسلام کی عظمت کی خاطر ہم بھی اپنے بیٹوں کی قربانی کے لئے تیار ہیں۔" (" " ")

اس کے بعد جب اپریل ۱۹۴۹ء میں ربوہ کی سرزمین پر پہلا تاریخی جلسہ منعقد ہوا۔ تو اس وقت بھی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جو افتتاحی تقریر ارشاد فرمائی وہ اس مقصد عظیم کی آئینہ دار تھی کہ جس کی خاطر یہ بے آب و گیاہ وادی میں ایک نئے شہر کی بنیاد رکھی جارہی تھی حضور نے فرمایا:۔

پس محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کے خادم ہونے کی حیثیت سے ہمارا
بھی فرض ہے کہ ہم اس مقام کے
بابرکت بنائے جانے کی دعائیں
کریں پس آؤ ہم مل کر دعائیں کریں کہ
اللہ تعالیٰ اس مقام میں آنے والوں
اس میں رہنے اور اس میں مرنے والوں
سب پر اپنی برکتیں نازل فرمائے۔
اللہ تعالیٰ روحانیت کی اشاعت
خدا کے نام کو بلند کرنے اور اسلام
کو ساری دنیا پر غالب کرنے
کے لئے اس مقام کو ایک اہم
صدر مقام بنا دے۔
خدا ہم کو توفیق دے کہ منشائے الٰہی
منشائے محمدی اور منشاء مسیح موعود
کے مطابق اس مقام کو پاکیزہ رکھیں
اور خدا تعالیٰ کا فضل ہمیں اپنے ان
ارادوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا
فرمائے۔ کیونکہ ارادہ کرنا تو ہمارے
اختیار میں ہے۔ مگر انہیں پورا کرنا ہمارے
بس کی بات نہیں ہے۔"
(الفضل لاہور ۲۰ / اپریل ۱۹۴۹ء)

پھر اسی تقریر میں حضور نے اس جلسے کی اہمیت
پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا۔

"یہ جلسہ محض تقریروں کا جلسہ
نہیں ہے یہ دعاؤں کا جلسہ ہے اور اس
لحاظ سے یہ جلسہ ایک تاریخی حیثیت
رکھتا ہے ایسی تاریخی حیثیت جو چند
مہینوں چند سالوں یا چند صدیوں
تک ہی نہیں بلکہ اس دنیا میں بنی نوع
انسان کی زندگی کے خاتمے تک چلتی
چلی جائے گی۔ اس جلسے میں شامل
ہونے والے افراد محض ایک جلسے
میں شامل نہیں ہو رہے بلکہ وہ ایک
نئی زمین اور نیا آسمان بنانے
میں حصہ لے رہے ہیں۔"

الغرض افتتاح کی ان ہر دو تقاریب سے
ظاہر ہے کہ ربوہ کی تعمیر کا مقصد محض قادیان سے
آئے ہوئے مہاجرین کو آباد کرنا ہی نہیں تھا۔ بلکہ اس
کے پیچھے جو روح کام کر رہی تھی وہ تبلیغ و اشاعت کی مدد سے
دنیا بھر میں اسلام کو غالب کر دکھانے کے عزم کا از سر نو
تجدید تھی اور جو جذبہ کارفرما تھا وہ اپنے آپ کو اس
مقصد کے حصول کی خاطر قربانیوں کے لئے تیار کرنا
تھا۔ مشیت ایزدی کے تحت ان مہاجرین کا بے آب و
گیاہ اور بنجر دکھائی دینے والے میدان میں آباد ہونا ہی اپنے
اندر یہ واضح اشارہ رکھتا تھا کہ یہ لوگ آرام کرنا یا
بے فکری کی زندگی گزارنا نہیں چاہتے بلکہ اس مقصد عظیم
کی خاطر ہر دکھ اور ہر مصیبت اٹھانے اور برداشت
کرنے کے لئے تیار ہیں جن کا اس راہ میں پیش آنا ناگزیر
ہے۔ کیونکہ دنیا میں کوئی قوم قربانی کے بغیر ترقی کی امید
نہیں کر سکتی۔ اور اس لئے نہیں کر سکتی۔ کہ قربانی کے
بغیر حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہونا ممکن ہی نہیں ہے
چنانچہ اس بستی کی بنیاد رکھتے وقت سیدنا حضرت
خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی
دور رس آنکھیں آئندہ اس راہ میں پیش آنے والی
قربانیوں اور ابتلاؤں کو دیکھ رہی تھیں۔ اور آگے
چل کر ظاہر ہونے والے واقعات ایک ایک کرکے
حضور ایدہ اللہ کی آنکھوں کے سامنے سے گزر رہے
تھے۔ چنانچہ حضور کے مبارک الفاظ آج بھی ہمارے
کانوں میں گونج رہے ہیں۔ حضور نے ۱۸ / مارچ
۱۹۴۹ء کو مسجد احمدیہ لاہور میں خطبہ جمعہ ارشاد
کرتے ہوئے فرمایا:۔

"کئی بیج دنیا میں ایسے بوئے جاتے ہیں جو سنگلاخ
زمینوں اور شور بیابانوں میں بوئے جاتے
ہیں۔ ان کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں ہوتا
ان کی نگرانی کرنے والا کوئی نہیں ہوتا ان
کو پانی دینے والا کوئی نہیں ہوتا مگر خدا تعالیٰ
کی مصلحتیں اور اس کی تقدیریں ان بیجوں کو بڑھاتے
بڑھاتے بہت بڑے درختوں کی صورت
میں بدل دیتی ہے۔ ان بڑے درختوں کو
ہزاروں لوگ ان کے پھل کھاتے اور ان کے
سایہ میں ہزاروں سال تک پناہ
حاصل کرتے ہیں۔ خدا کے کام خدا ہی جانتا ہے
انسانی عقلیں اور تدبیریں خدا تعالیٰ کی عقلوں
اور تدبیروں پر حاوی نہیں ہو سکتیں۔ ہم بھی
کوشش کر رہے ہیں کہ ایک شور زمین میں
اپنا مرکز بنائیں۔ عرش پر بیٹھنے والا خدا
اور آسمان پر رہنے والے فرشتے ہی جانتے
ہیں کہ ہماری اس ناچیز حقیر اور کمزور جدوجہد
کا نتیجہ کیا نکلنے والا ہے۔ ہمارے
لئے مشکلات بھی ہیں ہمارے راستے میں
روکیں بھی ہیں۔ ہمارے سامنے دشمنیاں

اور مداوتیں بھی ہیں۔ لیکن ہوتا وہی ہے
جو خدا چاہتا ہے۔ اور انسانی عقل
اور انسانی تدابیر اکثر بے کار ہو کر رہ جاتی
ہے۔ ہم سمجھتے اور یقین رکھتے ہیں اور یقین
ہی نہیں رکھتے ہم اپنی روحانی آنکھوں سے
وہ چیز دیکھ رہے ہیں جو دنیا کو نظر نہیں
آتی ہم اپنی کمزوریوں کو بھی جانتے ہیں اور ہم
اپنی مشکلات کو بھی جانتے ہیں۔ جو ہمارے
راستے میں حائل ہیں۔ ہم مخالفت کے
اس اتار چڑھاؤ کو بھی جانتے ہیں۔ جو
ہمارے سامنے آنے والا ہے، ہم ان طوفانوں
اور عارضوں کو بھی دیکھ رہے ہیں۔ جو ہمیں
پیش آنے والے ہیں، ہم ان بحرانوں کو بھی
دیکھ رہے ہیں جو ہماری جماعت کو پیش
آنے والے ہیں، ہم ان جسمانی اور
روحانی اور سیاسی مشکلات کو بھی دیکھتے
ہیں جو ہمارے سامنے رونما ہونے والی
ہیں۔ مگر ان سب دھندلکوں کے پار ہوتی
ہوئی اور ان سب تاریکیوں کے پیچھے ہماری
نگاہ اس اونچے اور بلند تر جھنڈے کو بھی
انتہائی شان و شوکت کے ساتھ لہراتا ہوا
دیکھ رہی ہے۔ جس کے پیچھے ایک دن
ساری دنیا پناہ لینے پر مجبور ہوگی یہ جھنڈا
خدا کا ہوگا، یہ جھنڈا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا ہوگا، یہ جھنڈا احمدیت کا ہوگا اور یہ سب
کچھ ایک دن مقدر ہو کر رہے گا۔ بے شک
دنیوی مصائب کے وقت کوتاہ بین کہہ
اٹھیں گے کہ ہم نے کیا سمجھا تھا اور کیا ہوگیا
مگر یہ سب چیزیں مٹتی چلی جائیں گی، مٹتی چلی
جائیں گی۔ آسمان کا نور ظاہر ہوتا چلا جائیگا
اور زمین کی تاریکی دور ہوتی چلی جائے گی۔
اور آخر وہی ہوگا جو خدا نے چاہا۔ وہ نہیں ہوگا
جو دنیا نے چاہا" (الفضل ۱۲ مارچ ۱۹۴۷ء)
پس ربوہ صرف مہاجرین کی ایک بستی نہیں ہے بلکہ
یہ بقول ڈاکٹر اقبال "اہل نظر کی ایک تازہ بستی"
ہے جو اسلام کی عظمت کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے
کے لئے تیار ہیں اور ان کے اسی عزم کی بدولت یہ ربوہ
کی شکل میں وہ عظیم کارنامہ ظہور میں آیا ہے جو دنیا کو
محیر العقول نظر آ رہا ہے۔ اور لوگ حیران ہیں کہ یوں تو لاکھوں
مہاجر پاکستان آیا اور اِدھر اُدھر آباد ہوا لیکن ان چند اہل نظر
کے سوا اور کوئی اپنی ہمت اور عزم کے بل پر تازہ
بستی آباد نہیں کر سکا
خدا ہمیں اس پاک بستی کی اہمیت کو سمجھنے
اور اس کے مطابق اپنے اندر ایک پاک تبدیلی
پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تا ہم منشائے
الٰہی بھی منشائے محمدی اور منشائے مسیح موعودؑ
کو پورا کرنے والے بنیں۔ اے خدا تو ایسا ہی کر

زکوٰۃ اموال کو بڑھاتی ہے اور تزکیہ نفس کرتی ہے

تصحیح

ص۳ پر "کیا دیکھتے ہیں" والی نظم
مکرم قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت
سرحد کی ہے۔
ص۳ پر نظم "نشو و نما" میں بعض مصرعے اس
طرح درست ہیں۔

(۱) یہ مصائب زندگانی ہے جہد
(۲) آرزو نشتر زنی رنجہائے گل
(۳) قوت بازو نے شہباز حیات
(۴) مالی ارتنگ چمن آرزو
(۵) درد جو برگ کا ہے دیدہ وا
(۶) مشد بقائے دو ہوائے آرزو
(۷) آں فرد تر اگر دیدہ تر

احباب درستی کرلیں۔ غلطیاں تو اور بھی
بہت ہیں۔ مثلاً اضافت کی زیر کئی جگہ رہ گئی
ہے (ادارہ)

غیروں سے کرنا الفت کب چاہے اس کی غیرت
(حضرت مسیح موعودؑ)

خدا تعالےٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

سب خیر ہے اسی میں کہ اُس سے لگاؤ دل
(حضرت مسیح موعودؑ)

خدا تعالےٰ کہنے میں بڑی برکات ہیں

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے محض "خدا" یا "اللہ" کہنا غیر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ احباب کرام کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ یا خدا تعالیٰ کہا اور لکھا کریں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں انسان اور خدا تعالےٰ کا تعلق قائم کرنے کی غرض سے ہی مبعوث فرماتا رہا ہے۔ اور انبیاء علیہم السّلام کے ذریعہ ہی لوگوں کے دلوں میں خدا تعالےٰ کی محبت قائم ہوتی رہی ہے

میں ایسے دوستوں سے جو اخبار الفضل کو پڑھیں یہ درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے اپنے ملک کے حکمرانوں کو اخبار کی طرف توجہ دلا کر اس بات پر زور دیں کہ وہ ایسا قانون بناویں۔ کہ جس کی رُو سے اللہ تعالےٰ کے نام کے ساتھ "تعالیٰ" کا لفظ لکھنا ضروری ہو۔

اس کے ساتھ ہی میں تمام دوستوں سے یہ بھی درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے بیوی بچوں کو معمولی معمولی باتوں پر خدا تعالیٰ کی قسمیں کھانے سے روک دیں۔ کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی شان اور عظمت کے سراسر خلاف ہے۔ اسی طرح دوست سچائی کو ہمیشہ مدنظر رکھیں۔ کیونکہ اُسے اللہ تعالےٰ بہت پسند فرماتا ہے اور وہ اپنے کاروبار میں بھی جھوٹ سے بچنے کی کوشش کریں۔

(میاں) سراج الدین صدر آل پاک پنجاب سائیکل ایسوسی ایشن صدر حلقہ نیلا گنبد لاہور

"اُحد پہاڑ کو دیکھکر"

(از مکرم مولوی غلام باری صاحب سیف پروفیسر جامعۃ المبشرین ربوہ)

اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے والو! احد کی تاریخ پڑھو۔ یہ سارے واقعات تمہارے تخیل میں ہوں۔ اور پھر سامنے احد پہاڑ نظر آجائے۔ کیا تم نہیں چاہوگے۔ کہ وہیں بیٹھ جاؤ۔ اور وہ گھڑی آنکھ کے موتی اس کے پتھروں پر نچھاور کرو؟ کیا تمہارا جی اس وادی سے نکلنے کو چاہیگا؟ کیا تم اس وادی کے ہر ذرّے سے پیار نہیں کروگے؟ یہی فرمایا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے "جبل احد یحبنا ونحبہ"۔ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے۔ اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور وہ اس لئے آپؐ سے محبت کرتا ہے کہ آپؐ نے اسے زندۂ جاوید بنا دیا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک سفر سے تشریف لارہے تھے۔ جب احد پہاڑ نظر آیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔" احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے۔ اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔" رسول خدا توحید کے سب سے بڑے علمبردار اور پتھروں سے محبت الٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔ احد پہاڑ سے محبت کیوں؟

اس فقرہ کے صحیح معنوں میں لطف اندوز ہونے کے لئے عالم تصور میں احد کے میدان میں چلیئے۔ تو آپ کو نظر آئے گا۔ کہ یہاں خیرات کو اختتم النبیین نے توحید کا درس دیا تھا۔ اس احد کی وادیوں میں شمع رسالت کے پروانوں نے قربانی کا معیار بلند تر کر دیا تھا۔ اس پہاڑ کی وادیوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو ہتھیار بند دیکھا تھا۔ اس پہاڑ کی وادی میں خاتم النبیینؐ کے خون کے قطرات گرے تھے۔ اور اس پہاڑ کے دامن میں اسلام کی تاریخ لکھی گئی تھی۔ یہاں طلحہؓ نے اپنے ہاتھ کی قربانی پیش کی تھی۔ اور اسی پہاڑ کے دامن سے سعدؓ بن ربیع نے اپنی قوم کو پیغام دیا تھا۔ ابودجانہؓ نے یہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تلوار کا حق ادا کیا تھا۔ انسؓ بن نضر نے یہیں اسّی سے اوپر زخم کھائے تھے۔ ام عمارہؓ نے اپنے اخلاص کا مظاہرہ یہیں کیا تھا۔ پس جب تک احد قائم ہے۔ اسے دیکھ کر یہ واقعات بھی یاد آئیں گے۔ اور بے اختیار زبان سے نکل جائے گا۔" جبل احد یحبنا ونحبہ" احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے۔ اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

حضرت مصعبؓ بن عمیر مکہ کے ایک متمول گھرانے کے فرد تھے۔ نہایت درجہ ناز و نعمت میں پرورش پائی تھی۔ احد میں شہید ہوئے۔ کفن جو میسر ہو سکا۔ وہ اتنا چھوٹا تھا۔ کہ اگر سر کو ڈھانپتے تھے۔ تو پاؤں ننگے ہو جاتے تھے اگر پاؤں ڈھانپتے تھے۔ تو سر ننگا ہو جاتا تھا۔ یہ واقعہ بھی احد پہاڑ کے دامن میں ہوا تھا۔ پس احد کو جب دیکھا۔ تو مصعب بن عمیر یاد آگئے۔ ان کی حق کے لئے فدائیت آنکھوں کے سامنے آگئی۔

میاں طلحہؓ نے ہاتھ پر تیر کھائے تھے۔ ہاتھ شل کروا لیا تھا۔ لیکن کوئی تیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ آنے دیا تھا۔

میاں ابوطلحہؓ نے کھڑے ہو کر کفار پر تیر اندازی کی تھی۔ اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جھانک کر کفار کو دیکھنا چاہتے۔ تو ابوطلحہ عرض کرتے۔ اے میرے آقا" نحری دون نحرک" آج میرا سینہ آپ کے اور دشمن کے درمیان حائل ہے۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ نہ دیکھیں مبادا کوئی تیر آپ کے آلگے۔

تاریخ اسلام کا یہ سنہری ورق احد میں لکھا گیا تھا۔ اور احد پہاڑ کے ہی سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار بلند کر کے کہا تھا اس تلوار کا حق کون ادا کرے گا۔ اور حضرت ابودجانہؓ نے تلوار اپنے ہاتھ میں لے کر احد کے میدان میں لہرائی تھی۔ اور اس تلوار کو لے کر احد کے میدان میں وہ بجلی کی طرح کوندے تھے۔ تو انہوں نے کفر کی صفوں میں ابتری پھیلا دی تھی۔ اور جب تلوار صفوں کو چیر کر ہندہ کے سر پر لہرائی تھی۔ تو تلوار کو روک لیا تھا۔ اور کہا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تلوار عورت کے خون میں نہا نہیں سکتی

اور احد کے میدان میں زخمی سعدؓ بن ربیع نے صرف زخمی نہیں بلکہ موت کی آغوش سے سعدؓ بن ربیع نے ابیؓ بن کعب کی وساطت سے اپنی قوم کو یہ پیغام دیا تھا۔

" اے میری قوم محمد رسول اللہ خدا کی امانت ہیں۔ جب تک جان میں جان باقی تھی۔ ہم نے اس امانت کی حفاظت کی۔ اے میری قوم اب میں یہ امانت تمہارے ہاتھوں میں دیئے جاتا ہوں۔ یاد رکھو اگر تمہارے ہوتے ہوئے یہ امانت ضائع ہوگئی۔ تو خدا کے سامنے تمہارا کوئی جواب "قابل مسموع نہیں ہوگا"۔

اور اس وادی سے سعدؓ بن ربیع نے اپنے محبوب آقا کے نام پیغام دیا تھا۔

" اے میرے آقا اللہ تعالےٰ انبیاءؑ کو ان کے متبعین کی قربانی کی وجہ سے جو ثواب دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی آنکھ کو اس بارہ میں تمام نبیوں سے زیادہ ٹھنڈا کرے"

اور اس پہاڑ کے دامن میں حضرت انسؓ بن نضر نے اپنے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کروا دئے تھے۔ اسّی سے اوپر زخم کھائے تھے۔ لاش کا حلیہ بگڑ گیا تھا۔ بہن نے لاش کو ایک انگلی سے پہچانا تھا۔ یہیں کھڑے ہو کر انسؓ بن نضر نے کہا تھا۔ مجھے احد کی جانب سے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔

اور اسی میدان کے مجاہدوں کے بارہ میں یہ آیت اتری تھی۔" رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضٰی نحبہ ومنھم من ینتظر"

اور پھر احد کی بلند چٹانوں نے زخمی شیر دل کا یہ نعرہ سنا تھا۔" اللہ اعلیٰ و اجل" مسلمان پراگندہ ہوگئے تھے۔ اور لاشیں احد کے میدان میں بکھری پڑی تھیں۔ ابوسفیان نے جب یہ نظارہ دیکھا تو کہا۔" اعل ھبل" "ہبل (دیوتا) زندہ باد" تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اس کو جواب دو۔ اور ان زخمی پاکبازوں نے یہ نعرہ بلند کیا تھا۔ "اللہ اعلیٰ و اجل"۔ اور اسی احد کے میدانوں میں حضرت حمزہؓ کی بے کفن لاش اسی حالت میں پڑی رہی تھی۔ کہ پیٹ چاک کیا ہوا تھا۔ کلیجہ نکال کر چبانے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔

اور یہیں میرے آقا نے پروردگار عالم کو مخاطب ہو کر کہا تھا۔ اے اللہ اگر مجھے اپنی پھوپھی صفیہ (حضرت حمزہ کی بہن) کے جزع فزع کا خیال نہ ہوتا تو لاش کو میدان میں رہنے دیتا۔ جنگل کے درند سے اور فضا کے پرندے۔ اس لاش کو کھا لیتے۔ اور میں قیامت کے دن کہتا اے اللہ تیری خاطر چچا کی لاش درندوں کو کھلوائی۔

اور پھر احد کے پتھروں پر خدا کی راہ میں خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روئے مبارک کا خون گرا تھا۔

اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے والو! احد کی "تاریخ پڑھو۔ یہ سارے واقعات تمہارے تخیل میں ہوں۔ اور پھر سامنے احد پہاڑ نظر آجائے۔ تو کیا تم نہیں چاہوگے۔ کہ وہیں بیٹھ جاؤ۔ وہ گھڑی آنکھ کے موتی اس کے پتھروں پر نچھاور کرو۔ کیا تمہارا جی اس وادی سے نکلنے کو چاہے گا؟ کیا تم اس وادی کے ہر ذرّے سے پیار نہیں کروگے؟ یہی فرمایا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جبل احد یحبنا ونحبہ۔ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے۔ اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور وہ اس لئے آپ سے پیار کرتا ہے۔ کہ آپؐ نے اسے زندۂ جاوید کر دیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وفات کی خبر ملی تو شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لائے۔ اور اس طرح رو رو کر ان کو الوداع کہا۔ جیسے کوئی اپنے عزیزوں سے رخصت ہوتا ہو۔

دکھ بھی سہے غم کھائے بھی

غیروں کو سینے سے لگایا اپنوں سے ٹکرائے بھی
ہم نے تیری رضا کی خاطر دکھ بھی سہے غم کھائے بھی

قریہ قریہ بستی بستی بات تری پہنچائی ہے
صحرا صحرا رقص کیا ہے طوفاں طوفاں چھائے بھی

ہم ہیں کوچۂ یار کے محرم آؤ ہم سے بات کرو
ہم نے اس کوچہ میں برسوں دھوپ بھی جھیلی سائے بھی

کل بھی جلتی آگ میں پڑ کر ہم ہی سلامت آئے تھے
آج بھی دار پہ ہم ہی نے توحید کے نغمے گائے بھی

موسمِ گُل میں نوکِ پلک سے ہم نے چنا ہے کانٹوں کو
دورِ خزاں میں دیدۂ تر سے ہم نے پھول کھلائے بھی

حضرتِ واعظ کی بے رس تقریروں میں [illegible]
عقل بھی جس سے پلٹے جلا اور خون کو جو گرمائے بھی

یار کے ہاتھوں ستم کا جو بھی زخم لگے وہ مرہم ہے
ہنس کر آنسو پی لیتے ہیں آنکھ اگر بھر آئے بھی

چودھویں چاند کو دیکھ کر

اے چودھویں کے چاند قسم تیرے نور کی
تمہید بن گیا ہے تو آج اک سرور کی

وہ چودھویں کا چاند کہ احمدؐ ہے جس کا نام
آئی ہے یاد تجھ سے مجھے اس حضور کی

اس چودھویں کے چاند سے اے چودھویں کے چاند
نسبت تجھے ضرور ہے لیکن ہے دور کی

جو چودھویں کی رات ہے تیرے کمال کی
وہ چودھویں کی رات ہے اس کے ظہور کی

اے چاند تو بھی شرق میں آ کر ہوا تمام
مشرق ہی اس کی سمت ہے اتمام نور کی

اے چاند جس ضیاء سے ہوا مستنیر تو
مرہون ہے وہ نام محمدؐ کے نور کی

احمدؐ وہ ماہتاب، محمدؐ وہ آفتاب
لاکھوں تجلیاں ہیں جہاں کوہِ طور کی

ان کے ہی نورِ پاک سے تاریکیاں چھٹیں
الحاد و کفر و شرک کی بدعات و زور کی

یا رب تو میرے ظاہر و باطن کو پاک کر
کر دور دل سے میل مرے ہر قصور کی

دیوانگیٔ عشق کی ہوں مستیاں عطا
ہشیاریاں معاف ہوں عقل و شعور کی

جو کل کو آج دیکھ سکے وہ نگاہ دے
دے منزلیں بہشت سنین و شہور کی

کیا چیز ہیں خطائیں مری اے مرے خدا
رکھ لاج اپنے نام رحیم و غفور کی

اے عالم الغیوب تجھے کیا خبر نہیں
جو کیفیت ہے میرے دلِ ناصبور کی

احمدؐ کے عاشقوں میں ظفر کا بھی نام ہے
"اڑتی خبر سنی ہے زبانی طیور کی"

(ظفر محمد پروفیسر جامعہ احمدیہ)

کیا دکھے بندوں کا وہ دردآشنا ہوتا نہیں

وہ بھی محفل ہے جہاں ذکرِ خدا ہوتا نہیں
کیا وہاں پر خالقِ ارض و سما ہوتا نہیں

قلبِ مومن میں ہمیشہ جاگزیں اللہ ہے
قلبِ صافی میں کبھی غیرِ خدا ہوتا نہیں

مومنوں میں سے وہی مردِ خدا خوش بخت ہے
جس کے دل میں موجزن حق کے سوا ہوتا نہیں

جس کو اطمینان ہو اللہ میرے ساتھ ہے
دشمنانِ حق کا ڈر اس کو ذرا ہوتا نہیں

بارگاہِ حق میں کیونکر پائے گا وہ راستہ
راہبر جس کا محمد مصطفیٰ ہوتا نہیں

ہے کلام اللہ قرآں کامل و اکمل کتاب
وہ نہ سمجھے گا اسے جو باصفا ہوتا نہیں

اتباعِ مصطفیٰؐ سے ہوتے ہیں روشن قلب
فاسقوں کے قلب میں نورِ خدا ہوتا نہیں

وہ خدا جو حافظ و ناصر ہے علام الغیوب
کیا دکھے بندوں کا وہ دردآشنا ہوتا نہیں

کس طرح یوسف بھلا نپٹے گا ان افراد سے
جن کے دل میں ذرّہ بھر خوفِ خدا ہوتا نہیں

286

تا چہ گوہر ہا بساحل آورد | تا چہ عشرت ہائے کامل آورد
شاہِ خوباں در چمن آید ہمے
حسن خود در انجمن آید ہمے

نشو و نما

تنویرؔ

نخلِ گل را در چمن نظارہ کن
وا دلِ تخمے نہاں بود ست گل
دانۂ تخمے کہ گوئی مردہ است
دانۂ تخمے کہ بے جاں دانیش
در درونش باغباناں دیدہ اند
وا کند بر خود چو قفلِ کائنات
ہم نشینِ خاک خندہ آباد شد
بند بندِ مُردگی را واگسست
نغمۂ از زندگانی نواخت
از میانِ آرزو تیغے کشید
سینۂ بشگافت دیوِ خاک را
از درشتی نادکِ نازک تنے
خود فزائے مستِ سازِ زندگی
سبز کاہے کز زمینے سر کشید
از شرابِ زندگی سرشار او
تازگی یافت از افسردگی
خفتگانِ خاک را بیدار کرد
از نسیمِ باغ سامانے گرفت
قطرۂ مضطر کہ شبنم نام اوست
کارگاہِ گلستاں از آنِ اوست
ایں بخورد و آں بخورد و گل بخورد
خورد نقش لیکن پیامِ مرگ نیست
مردگاں را دیگر از خود زادہ او
از وجودش خود نمائی خواستند
در وجودش محفلے برپا شدہ
ہر یکے رکن است از ارکانِ بزم
ہر یکے را خود شناسی پیشہ
ہر یکے مخمور از جامِ خودی
ہر یکے در فکرِ گوہر ساختن
ہر یکے شیدا و دلدادۂ حیات
ہر یکے دلبستۂ دنیائے ہست
ہر یکے غارت گرِ رختِ سکوں
ہر یکے برہم زنِ بزمِ سکوت
ہر یکے بہرِ عمل آمادۂ
ہر یکے از نیستی بیزار بود
ہر یکے از چاہِ پستی سرزن است
در شبِ تاریک راہے دیدہ اند
در وجودِ برگِ کاہے ساختند
جمع می آید ز ہر جا لخت لخت
زندگانی زندگانی دیدن است
آرزوئے برگِ کاہے را فزود
داستانہا داستانِ برگ شد
برگہا و شاخہا و خارہا
چوں بنے در خاک محکم ساخت او

چارۂ دردِ دلِ بیچارہ کن
تو چہ مے دانی چساں بود ست گل
از حیاتِ نو بپائے بردہ است
جنس از اجناس ارزاں دانیش
ریختند او را و گلہا چیدہ اند
ہست در خود چشمۂ آبِ حیات
مکنتِ او ز گلی آزاد شد
زد دگر مضراب بر سازِ الست
فطرتِ گلزار را در کار ساخت
نیستی را گردنش از تن برید
وا نمود از او ضمیرِ پاک را
خود فروزے شعلہ ہا در دامنے
بر لبانش حرفِ رازِ زندگی
از شرابِ زندگی ساغر کشید
موجبِ شادابیِ گلزار او
زندگی در ربود از مُردگی
کنجِ خاموشی ترنم زار کرد
از شعاعِ مہر تاوانے گرفت
ساخت او را از جنونِ عشق دولت
سفرۂ صد نعمتِ الوانِ اوست
ہر چہ در دستش فتد بطنش بُرد
خوردۂ او بے نوا در برگ نیست
کہنگاں را جانِ تازہ دادہ او
خویش را پیراستند آراستند
از حقوق و کار بلہا وا شدہ
پختہ مے بندد بخود پیمانِ بزم
بستونِ نیستی را تیشۂ
ہر یکے را در نظر بامِ خودی
خویش را در بطنِ صدف انداختن
آرزو مندِ تماشائے حیات
رشتۂ جاں پختہ گیرندہ بدست
رقصہا از جانفشاں آوردہ بر دل
زو فشردہ نغمہ ہائے لایموت
در تیاترگاہِ ہستی زادۂ
بر معارف زندگانی مے جہد
با یکے پیرانِ ہستی پر زن است
در وجودِ برگِ کاہے دیدہ اند
بہرِ تسخیرِ جہاں پرداختند
تا عروسِ گل بیاساید بہ تخت
از ریاضِ آرزو گل چیدن است
صد مسرت ہا بجانش رو نمود
برگ از برگے جہانِ برگ شد
زندگی در زندگی انبارہا
دام در دریائے خود انداخت او

آرزوئے گل تمنائے نسیم
نورِ ایمانِ شعاعِ آفتاب
بشنو از گل چوں حکایت مے کند
تا مرا در گلستانے کاشتند
نردبانِ بامِ تکمیلِ جمال
بادۂ عشرت بباغ آوردہ ام
مے نوازم نغمہ در گوشِ وجود
راہ پویاں پائے کوباں مے روم
نغزِ من سازو سامانِ من است
من نوائے تارِ طنبورِ خودم
عشوۂ من غمزۂ من نازِ من
ایں سہ نقاشانِ داغِ آرزو
آرزو سرتاجِ اسرارِ خودی
آرزو نشتر زنِ در رگہائے گل
آرزو خضرِ تگ و تازِ حیات
آرزو معجز گرے عیسیٰ دمے
آرزو ماہِ جبینِ زندگی
آرزو بلقیسِ ایوانِ بقا
آرزو سیحونِ ما جیحونِ ما
ہست ہر ذرہ فدائے آرزو
آرزو پیدا شود از احتیاج
احتیاج احساس را پیدا کند
احتیاجے سازو سامانِ بقا
مادرِ ایجاد ہست ایں احتیاج
ارتقائے زیست را ایں جادہ است
ہست ترتیبِ نعم بعد از نعم
احتیاج ار گشتہ شد آں خودکشی است
بعض نام ایں توکل کردہ اند
ایں توکل نیست کفرانِ بقا است
احتیاج از مرد و مُردہ احساس ہم
آنچہ رومی در کتابش گفتہ است
آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج
او باندازِ دگر نغمہ سرا است
فرق نازک ہست لیکن فرق است
ایں فرو تر از گدا ریزد ترا
آں اگر از خوئے روباہے بود
آں ترا خانہ بخانہ مے برد
آں مذلت آورد ایں سروری
ایں یقینے پرورد در جانِ ما
الحذر اے ہم نفس از احتیاج
خوش خرید اے احتیاجِ خوش خصال
زادۂ بطنِ تو محورِ آرزو۔
آرزو چوں مے فزاید شوق ہست
آرزو عام است لیکن شوق خاص
سفرۂ عام آرزو ہا گسترد
شوق زاں سفرہ بچیند میوہ
گاہ گاہ از غیرِ آں ہم مے چشد
باز مے آید بسوئے او بار بار
شوق چوں کامل شود عشق است عشق

مدعائے شبنم و کانِ شمیم
ایں چنیں زد زخمہ بر تارِ رباب
از بشارت ہا اشارت مے کند
خندہ ہا از من تمنا داشتند
حلقہ بستم بہ گیسوئے کمال
من ز میداں گوئے سبقت بردہ ام
تا شود بیدار از خوابِ جمود
از خیاباں تا خیاباں مے دوم
خار ہم گوئی عدوئے جانِ من است
دیدہ بکشا جلوۂ طورِ خودم
لشکرِ حسن و کرشمہ سازِ من
ساختہ روشن چراغِ آرزو
در فنونِ زیست نشتر کارِ خودی
کائناتِ کن فکاں رائج دمی
قوتِ بازوئے شہبازِ حیات
مرأتِ اسکندرے جامِ جمے
مانیٔ ارژنگِ چینِ زندگی
خاتمِ دستِ سلیمانِ بقا
موج ہا سیلاب ہا در خونِ ما
شد تعالیٰ او ہوائے آرزو
احتیاج از زندگی خواہد خراج
برنگ و تازِ جہاں خیزد ازو
ہست محکم سازِ بنیانِ بقا
زیست را بنیاد ہست ایں احتیاج
احتیاج از احتیاجے زادہ است
تا نہی بالائے بامے تو قدم
در محبت دل نہ داری بے رخی است
جانِ نغمہ با نتر ہا حل کردہ اند
ایں توکل ظلم بر جانِ بقا است
آں نوائے آرزو را زیر و بم
ایں چنیں در پارسی و گفتہ است
احتیاج است احتیاج است احتیاج است"
منعم از منعش لیکن وارست
ایں یکے ذرہ است دیگر فرق است
بر عمل ہا ایں بما انگیزد ترا
ایں مزاجِ شیر بخشد بے ورد
ایں بدستِ مشقت خود
ایں خجستہا ہست آں گدیہ گری
آں ستمگر رہزنِ ایمان
آنکہ شیراں را کند روباہ مزاج
از تو خاکِ باغ دارد صد جمال
جلوہ ہا دارد چہ طورِ آرزو
شوق را بر آرزو ایں فوق ہست
شوق محکم تر شود از اختصاص
نعمتِ خود چار سو ہا گسترد
از جہانِ شیوہ ہا یک شیوہ
یعنی از مرغوبِ خود دستے کند
تا خودی پیوند با او استوار
صبر چوں از دل رود عشق است عشق

قوتِ بازوئے ما عشق است عشق : موج اندر جوئے ما عشق است عشق

حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے شاگردِ خاص حکیم نظام جان صاحب
کا
اپنے ہاتھوں سنہ ۱۹۱۱ء سے قائم کردہ دواخانہ
جس کی ادویات استعمال کرکے آج تک ہزاروں مریض فائدہ اٹھا چکے ہیں۔
چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نوردیںؓ بودے ٭ ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے
آپؓ احساس شفقت، خیر خواہی اور ہمدردیٔ خلائق میں یکتا انسان تھے۔ اور آپ کی دلی خواہش قادیان میں مرکبات و مفردات کا عظیم دواخانہ دیکھنے کی تھی جس کی تکمیل سنہ ۱۹۱۱ء میں خود اعانت کرتے ہوئے اپنے ہونہار شاگردوں سے پوری کی۔ حضور کی دعاؤں اور کوششوں نے جلدی دواخانہ کو دور دور تک مشہور کر دیا۔
آپؓ کا ارشاد تھا کہ مریض سے کم سے کم قیمت لی جائے۔ اور ہر طرح سے اس کی دلجوئی کی جائے۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم سنہ ۱۹۱۱ء سے آپؓ کے مجربات کو صحیح اور احسن شکل میں پیش کرتے چلے آرہے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں آپ کی ہدایات اور نقوش پر چلنے کی طاقت بخشے اور ہماری تیار کردہ دواؤں میں اثر شفا قائم و دائم رکھے آمین۔
ہمیں قوی امید ہے کہ آپ ہماری مفید و مجرب ادویات کو اپنے حلقۂ احباب میں روشناس فرما کر خدمت کا موقعہ دیتے رہیں گے۔
اولادِ نرینہ
لڑکے پیدا ہونے کی دوائی۔ مکمل کورس نو روپے
دوائی سیلان الرحم
لیکوریا سیلان الرحم کا مکمل اور کامیاب علاج فی کورس ۲ روپے
تریاق جریان
جریان کا کامیاب اور مکمل علاج فی شیشی ۲ روپے
حب منفعت النساء
دوائی خاص
حبوب عنبری
فولادی گولیاں
کمزور اعصاب کو قوت دینے اور نیا خون پیدا کرنے والی بہترین دوا۔ فی کورس ۵ روپے
طلاء اکسیر
کمزوری کا بہترین علاج ہے۔ اعصاب اور پٹھوں کو طاقت دیتا ہے۔ فی شیشی سوا روپیہ
حبوب زدجام عشق
طاقت کی لاثانی گولیاں قیمت فی شیشی چودہ روپے
حب مسان
سوکڑا بخار میں مبتلا لاغر بچوں کی ہڈیوں کو پھر سے گوشت پوست بخش کر خوش شکل اور باہمت بنانے والی مجرب گولیاں۔ فی شیشی سوا روپیہ
بچوں کی چونڈی
دانت نکلتے بچوں اور چھوٹے بچوں کے دستوں کو روکنے کی بہترین دوا ہے
فی شیشی بارہ آنے
صندلین پوڈر
کمزوریٔ جگر کو دور کرنے خون صاف کرنے اور نیا خون پیدا کرنے کی بہترین دوا ہے۔
فی شیشی دو روپے
مقوی دانت منجن
دانتوں کو چمک اور مضبوطی بخشنے والا منجن کمزور اور بے جان مسوڑھوں کو طاقت دیتا ہے۔
فی شیشی بارہ آنے
مقوی دماغ گولیاں
دماغی کام کرنے والے دفتروں کے کارکن اور طالب علموں کے لئے بہترین تحفہ ہے۔
فی شیشی ایک روپیہ
میسرز حکیم نظام جان اینڈ سنز چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

287

احمدیت کے ذریعہ پیدا ہونے والا روحانی انقلاب

احادیث نبویہ کی پیشگوئیوں کے ظہور کے آثار

از محترم مولانا ابو العطاء صاحب فاضل

احمدیت اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا دوسرا نام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ دعویٰ نہ تھا۔ کہ میں کوئی نیا دین یا نیا کلمہ لایا ہوں۔ بلکہ آپ اسی لئے کھڑے ہوئے تھے۔ کہ مسلمانوں کے اندر اسلام کی حقیقی روح کو تازہ کریں۔ اور

"مسلماں را مسلماں باز کردند"

کا الہام پورا ہو۔ نیز آپ کے آنے کی غرض یہ تھی۔ کہ دشمنانِ اسلام جو دن رات اسلام کے حصار پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ ان کے حملوں کا جواب دیں۔ ادیان باطلہ کا بطلان ظاہر کریں۔ اور اسلام کی فضیلت و برتری کو دنیا پر ثابت کر دیں۔

انبیاءؑ ایک روحانی انقلاب کے منادی ہوتے ہیں۔ وہ شیطانی حکومت کو مٹانے کے لئے آتے ہیں۔ اور آسمانی بادشاہت کا قائم کرنا ان کا مقصد ہوتا ہے۔ یہ مقصد ایک روحانی مقصد ہے۔ جسے روحانی ہتھیاروں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ لیکن دنیا کے فرزند انبیاءؑ کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے لگائے ہوئے پودے کو کچل کر رکھ دیں۔ اس کشمکش کے نتیجہ میں آخر کار خدا کی بات ہی غالب آتی ہے۔ اور آخر کار دینِ حق کو ہی غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ مخالفین کے انداز مخالفت کی سختی کبھی ان کے اپنے مٹنے پر منتج ہوتی ہے۔ اور کبھی انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت مل جاتی ہے۔ بہرحال جلد یا بدیر اپنے اپنے وقت پر اللہ تعالیٰ کی پیشگوئی پوری ہوتی رہی ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کام قرآن مجید کی آیت میں **لیظہرہ علی الدین کلہ** قرار دیا گیا ہے۔ اور درحقیقت یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کام ہے۔ آپؐ کی امت اور آپ کی امت کے مصلحین کا کام بھی چونکہ آپ کا ہی کام ہے۔ اس لئے مسیح موعودؑ کا کام بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کام ہے۔ کیونکہ وہ حضور سرورِ کونین صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پروگرام کی تکمیل کے لئے ہی آنے والے تھے۔ احادیث نبویہ میں اسی پیشگوئی کو دوسرے الفاظ میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ مثلاً فرمایا ہے۔ کہ مسیح موعود کا کام یہ ہوگا۔ کہ وہ کسر صلیب کرے گا۔ اور قتل خنزیر اس کا کام ہوگا۔ اس کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ تمام ادیان باطلہ کو ہلاک کر دے گا۔ یہ تمام پیشگوئیاں درحقیقت **لیظہرہ علی الدین کلہ** کی تفسیر ہیں۔ لوگ غلط فہمی سے بعض ظاہری الفاظ سے مغالطہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں۔ کہ آنے والا مسیح جنگل کے سوروں کو قتل کرتا پھریگا۔ اور عیسائیوں کی لکڑی اور لوہے کی صلیبوں کو توڑنا اس کا کام ہوگا۔

احادیث نبویہؐ پر یکجائی غور کرنے سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ابتداءً اسلام کے عروج کی واضح خبریں دیں۔ اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اسلام کے انحطاط اور مسلمانوں کی کمزوری کے واقع ہونے کی پیشگوئی بیان کی۔ یہ دونوں دور قرآن مجید اور احادیث میں نہایت صراحت سے مذکور ہیں۔ دوسرے دور کے بعد آنے والے شاندار مستقبل کی بھی احادیث میں واضح پیشگوئی ہے۔ مسلمانوں کے زوال اور ان کی بے عملی کی پیشگوئی اور اس کا ظہور انسان کو مایوس نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جس عظیم الشان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ خبر دی تھی۔ اسی نے یہ بھی خبر دی ہے۔ کہ مسلمانوں کا یہ زوال عارضی ہوگا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا فرمائے گا۔ کہ اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا۔ اور مسلمانوں کی دیرینہ عظمت پھر سے قائم ہو جائے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں چودھویں صدی کے مسلمانوں کی خراب حالت پر افسوس اور رنج ظاہر فرمایا۔ اور اسلام کی خستہ حالی پر آپ کا دل پارہ پارہ ہوگیا۔ وہاں آپ نے آنے والے غلبۂ اسلام کی بشارت بھی دی۔ اور یہ خوشخبری بھی سنائی کہ

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و
پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جس روحانی انقلاب کے پیدا کرنے کے لئے آئے تھے۔ اسکی بنیاد موجودہ عیسائیت کی شکست پر مبنی ہے۔ اسی کی بنیاد موجودہ الحاد و اباحت کے دروازوں کے بند ہو جانے سے وابستہ ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسیح موعود کے کام کا ذکر یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر۔ کے لفظ سے فرمایا ہے۔

پچھلے دنوں کی بات ہے کہ ضلع سرگودھا کے دو غیر احمدی دوست حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک صاحب نے کہا۔ کہ ہم یہ تو سمجھ گئے ہیں۔ کہ قتل خنزیر سے مراد ظاہری سوروں کا مارنا نہیں۔ یہ انبیاءؑ کی شان کے منافی ہے۔ اور کسر صلیب سے مراد عیسائی مذہب کا ابطال ہی ہے۔ نہ کہ ظاہری صلیبوں کا توڑنا۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے آنے کے باوجود ابھی تک عیسائی مذہب کی کثرت موجود ہے۔ اور ابھی تک بے دینی اور بد اخلاقی پائی جاتی ہے۔ بلکہ ترقی کر رہی ہے۔ وہ کونسے آثار ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ واقعی حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ کسر صلیب ہو رہا ہے۔ اور قتل خنزیر کیا جا رہا ہے؟ اس سوال کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ نے لمبی تقریر فرمائی۔ جسے میں اپنے الفاظ میں مختصر طور پر ذکر کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ سوال عام ہے۔ اور ہر متلاشی حق کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ

اول تو ہر کام کے لئے وقت مقرر ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اسلام کے غلبہ اور کفر کے مٹنے کے لئے بھی وقت مقرر ہے۔ آخر مسیح موعودؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا غلام ہی ہے۔ آپ سے بڑا تو نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسی لئے آئے تھے۔ کہ اسلام کو تمام دینوں پر غالب کر دیں۔ اور ہم جانتے ہیں۔ کہ واقعی آپ ایسا مذہب لے کر آئے تھے۔ کہ اس کے دلائل کے سامنے کوئی دوسرا دین نہیں ٹھیر سکتا۔ مگر یہ امر واقع ہے۔ کہ بلحاظ تعداد آج بھی جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور پر چودہ سو برس گذر چکے ہیں مسلمان دنیا کا چوتھا حصہ ہیں۔ ایک مسلمان کے مقابلہ میں کم از کم تین غیر مسلم موجود ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جو غلبہ اسلام مقدر ہے۔ اس کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ دیکھنے والی بات تو یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کو جس شکل اور جن دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ آیا وہ غالب آ گئے ہیں یا نہیں؟ جب یہ امر واقعہ ہے۔ کہ احمدیت کے عقائد و دلائل عیسائیت پر غالب آ گئے ہیں۔ اور کوئی منصف مزاج انسان ان دلائل کی موجودگی میں عیسائیت کو اختیار نہیں کر سکتا۔ تو یہ ماننا پڑے گا کہ فی الواقع حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسر صلیب کا کام کر دیا ہے۔

اس مرحلہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تفصیل سے بتلایا کہ احمدیوں کا عقیدۂ وفات مسیح علیہ السلام کس طرح اسلام کے غلبہ کا موجب ہے۔ اور عیسائیت کی اس سے واضح تردید ہوتی ہے۔ احمدیوں کے عقیدہ عدم نسخ قرآن سے اسلام کی عظمت کا کس طرح اظہار ہوتا ہے۔ آپ نے مختلف عقائد کا ذکر کر کے فرمایا۔ کہ ان عقائد و دلائل سے ہر دل میں اسلام کی عزت قائم ہوتی ہے اور عیسائی عقائد کا باطل ہونا روزِ روشن کی طرح ثابت ہو جاتا ہے۔ پس پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ روحانی غلبہ کے لئے جو چیز ضروری اور بنیادی ہے۔ اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیش کر دیا ہے۔ اور دنیا نے اس کا تجربہ کر لیا ہے۔ اب صرف یہی امر رہ جاتا ہے۔ کہ ظاہری طور پر کامل غلبہ کب ہوگا۔ سو اس کے لئے خود پیشگوئیوں میں وقت مقرر ہے۔ اس کے پورا ہونے پر وہ غلبہ بھی ظاہر ہو کر رہے گا۔

دوم۔ دوسرے یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جو کام ہے۔ اس کے مکمل ہونے کے آثار دنیا میں پیدا ہو رہے ہیں یا نہیں۔ آپ کا ایک کام یہ تھا۔ کہ کسر صلیب کریں۔ یہ واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے بعد صلیب کا حلقہ محدود ہوتا جا رہا ہے۔ کجا وہ وقت تھا کہ ہر گاؤں اور بستی میں صلیب کے منادی پھر رہے تھے۔ اور کجا یہ زمانہ ہے۔ کہ ان کے اپنے عیسائی ممالک صلیب سے بیزار ہو رہے ہیں۔ روس کتنی بڑی سلطنت ہے۔ سارا ملک صلیب کا علمبردار تھا۔ مگر اب وہ صلیب کو توڑ چکا ہے۔ اور عیسائیت سے سخت بیزار ہے۔ یہ صحیح ہے۔ کہ روس نے ابھی سچے دین کو قبول نہیں کیا۔ بلکہ ابھی وہ ضلالت کے راستہ پر ہی گامزن ہے۔ مگر اس وقت وہ صلیبی مذہب سے تو الگ ہو چکا ہے۔ خدا کرے کہ وہ جلد اسلام کو قبول کر لے۔ پھر یورپ کے محقق لوگ بھی عیسائی عقائد سے برگشتہ ہو رہے ہیں۔ اور روز افزوں تحقیقات ہو رہی ہیں۔

جو سے صلیبی مذہب کا پاش پاش ہونا ظاہر ہو رہا ہے۔ پس نہ صرف دلائل و براہین کے رو سے عیسائی مذہب کا باطل اور کمزور ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ بلکہ روز بروز عیسائیت کا حلقہ تنگ ہو رہا ہے۔ اور صلیب کی کمزوری اور شکستگی کے سامان زیادہ سے زیادہ پیدا ہوتے جاتے ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک کام یہ تھا۔ کہ جو اخلاقی قوتوں کو مکمل کر روحانی زندگی کو قائم کریں۔ اس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سامان پیدا ہو رہے ہیں۔ دلوں میں روحانی زندگی کے حصول کے لئے ہر جگہ بے چینی پائی جاتی ہے۔ اور اس مقصد کے پانے کے لئے ایک مہم شروع ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مسلمان ممالک کو آزادی دے رہا ہے۔ اور بعض نئے اسلامی ممالک معرض وجود میں آ رہے ہیں۔ اور کچھ عنقریب آزاد ہونے والے ہیں۔ آپ نے اس موقعہ پر حجاز و عرب۔ افغانستان۔ ایران۔ مصر۔ انڈونیشیا اور پاکستان کے حالات کا ذکر فرمایا۔ اور بتلایا کہ کس طرح مسلمانوں کی کھوئی ہوئی عظمت کے قائم ہونے کے سامان پیدا ہو رہے ہیں۔ اور مسلمانوں میں روحانی زندگی کے پانے کے لئے کس طرح بے چینی اور اضطراب پایا جاتا ہے۔ یہ حالات ظاہر کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر جو مسلمانوں کے عروج سے وابستہ ہے۔ وہ عنقریب بہتر رنگ میں پوری ہوگی۔

سوم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جماعت قائم کی ہے۔ جو آپ کے مشن کی تکمیل کے لئے کھڑی کی ہے۔ وہ جماعت۔ بلحاظ تعداد ابھی تھوڑی ہے۔ لیکن اپنی قربانیوں اور اپنی حقانیت کے باعث وہ مذاہب باطلہ کے پیروؤں کے لئے حیرت کا باعث بنی ہوئی ہے۔ اس کے مبلغ دنیا کے کونہ کونہ میں اسلام کی منادی کر رہے ہیں۔ اس کے تمام افراد اپنی مشترکہ جد و جہد سے اسلام کی سربلندی کے لئے ہر قسم کی قربانی پیش کر رہے ہیں۔ عیسائی دنیا اس چھوٹی سی جماعت سے مرعوب نظر آتی ہے۔ احمدیت کے دلائل کے آگے عیسائیت لرزہ براندام نظر آتی ہے۔ اور احمدیوں کی عملی کوششوں کے نتائج اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت شاندار نکل رہے ہیں۔ افریقہ اور یورپ و امریکہ میں ہزاروں عیسائی اور مشرک ہمارے مبلغین کے ذریعہ سے اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اور لاکھوں اپنے دلوں میں ایک انقلاب محسوس کر رہے ہیں۔ اور اسلام کے دلائل سے گھائل ہو چکے ہیں۔ ابھی امریکہ میں ایک شخص نے تاریخ کی کتاب شائع کی ہے۔ اس میں اس نے لکھا ہے۔ کہ ہمیشہ سے روحانی انقلاب ایسی جگہوں سے پیدا ہوتا رہا ہے۔ جن کا لوگوں کو گمان نہ ہوتا تھا اور بعض چھوٹی جماعتوں کے ذریعہ بہت بڑی تبدیلی پیدا ہو جایا کرتی ہے۔ بے شک اس وقت مسلمانوں کی حالت کمزور ہے۔ مگر اسلام میں بعض تحریکات ایسی پیدا ہو رہی ہیں۔ جو دنیا میں انقلاب پیدا کر سکتی ہیں۔ مصنف نے اس جگہ جماعت احمدیہ کا ذکر کیا ہے۔ اور بھی بہت سے لوگ احمدیت کی ترقی کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ عقلمند انسان کا کام یہ ہے۔ کہ دیکھے یہ بیج یا یہ چھوٹا سا پودا جو میرے سامنے نظر آ رہا ہے۔ آیا اس میں نشوونما پانے کی طاقت ہے۔ اس میں بڑھنے اور ترقی کرنے کی قوت ہے۔ اگر ایسا ہے

تو اسے یقین کرنا چاہیئے۔ کہ یہ پودا بڑھ کر ایک دن عظیم الشان درخت بن جائے گا۔ جماعت احمدیہ میں بڑھنے کی طاقت موجود ہے۔ اس کے پاس روحانی انقلاب پیدا کرنے کے ذرائع موجود ہیں۔ اس کے افراد میں کام کرنے کی وہ روح پائی جاتی ہے۔ جو مذہبی جماعتوں میں ہوتی ہے۔ اس جگہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اخبار الفتح مصر کا وہ حوالہ ذکر فرمایا۔ جس میں لکھا ہے کہ احمدیوں کو وہ عظیم الشان ترقی حاصل ہو رہی ہے۔ جو عیسائیوں کو نہیں ہوئی۔ اور یہ کہ احمدی وہ قربانی اور ایثار کر رہے ہیں۔ جو کوئی مسلمان گروہ پیش نہیں کر سکتا۔ پس جس روحانی انقلاب کے پیدا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام آئے ہیں۔ اس کا موقع یہی ہے۔ اور اس کے آثار بھی پائے جاتے ہیں۔ اور روز بروز اس کے ظاہر ہونے کے لئے زیادہ سے زیادہ حالات سازگار ہو رہے ہیں۔ عام مسلمان علماء کی غلط باتوں کی وجہ سے ابھی احمدیت سے دور ہیں۔ انہیں غلط فہمی میں ڈالا گیا ہے۔ کہ احمدی اسلام سے علیحدہ ہیں۔ اور احمدیہ جماعت فرقان مجید سے الگ ہے۔ اب جوں جوں یہ غلط فہمیاں دور ہوتی جائیں گی۔ اور

لوگ زیادہ سے زیادہ احمدیت کے ساتھ وابستہ ہوتے جائیں گے۔ اور مسلمانوں میں اسلام کو اپنانے اور اس کی اشاعت کے لئے قربانی کی روح پیدا ہوتی جائیگی۔ اس روحانی انقلاب کے نمایاں طور پر ظاہر ہونے کا وقت قریب سے قریب تر ہوتا جائیگا اور وہ وقت آجائے گا۔ جب ہر آنکھ یکسر الصلیب کا نظارہ ظاہری طور پر بھی دیکھیگی۔ اور ہر زبان یقتل الخنزیر کے واقعہ کا برملا اعتراف کریگی۔ بہرحال حالات زمانہ دنیا کو اس طرف لا رہے ہیں۔ کہ وہ اسلام کی عظمت کا اعتراف کرے اور قرآن مجید کی حکومت کو تسلیم کرے۔ اور یہ سب کچھ احادیث نبویہ کی ان پیشگوئیوں کے ظہور کے لئے ہو رہا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے متعلق ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے:۔

"ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت ناامید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے۔ اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا

(باقی صفحہ پر)

احمدیت کی ترقی کے متعلق شبہات کا ازالہ (بقیہ صفحہ)

پھر فرماتے ہیں :-

" اے تمام لوگو! سن رکھو کہ یہ اس خدا کی پیشگوئی ہے۔ جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا۔ اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ .... یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے۔ اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی۔ وہ بھی مرے گی۔ اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی۔ اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اترا۔ تب سب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سب نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے۔ اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا۔ اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴ و ۶۵)

اور بالآخر اس ترقی اور غلبہ کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

" خدا تعالےٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا۔ اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین پر پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے۔ کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی۔ اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا۔ اور پھولے گا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے۔ مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا۔ اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ .... سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو۔ اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ کر لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا "

(تذکرہ صفحہ ۵۴۶)

کیا ان زبردست پیشگوئیوں کے ہوتے ہوئے جو دنیا کے خالق و مالک آقا اور خدائے علیم و قدیر کی طرف سے ہیں۔ کوئی سچا احمدی ماحول کے موجودہ خطرات یا یورپ اور امریکہ اور روس کی موجودہ ترقیات سے مرعوب ہو کر اسلام اور احمدیت کی آخری کامیابی اور غلبہ کے متعلق ایک لمحہ کے لئے بھی شبہ کر سکتا ہے؟ لاریب حق وہی ہے۔ جو خدا کے مسیح نے فرمایا کہ

" قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا "

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اسلام اور احمدیت کا ایک ادنیٰ خادم

خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۱۰ دسمبر ۱۹۵۴ء

احمدیت کے ذریعہ پیدا ہونیوالا روحانی انقلاب

(بقیہ صفحہ ۱۸)

ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے "

(تذکرۃ الشہادتین)

مبارک ہیں وہ لوگ۔ جو خدا تعالےٰ کی آواز کو سنیں۔ اور اس کی انگلی کے اشارہ کو سمجھیں۔ اور اپنے سارے دل اور ساری قوت کے ساتھ اس کے دین کو قائم کرنے والے بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق بخشے۔ آمین۔

(۴)

"حضور نے (یعنی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے) تشہد اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد اس امر پر اظہار افسوس فرمایا کہ بعض دوست توجہ دلانے کے باوجود جلسے کے مبارک ایام ذکر الٰہی اور دعاؤں میں گذارنے کی بجائے اِدھر اُدھر پھرنے میں ضائع کر دیتے ہیں حضور نے فرمایا جب میں نے دوستوں کو اِدھر اُدھر پھرتے دیکھا تو دل میں کہا کہ جو لوگ توجہ دلانے کے باوجود ایسا کرتے ہیں ان کے دلوں کو بدلنا اُسی کے اختیار میں ہے پس جب میں نماز میں خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوا تو میں نے اس سے عرض کیا کہ الٰہی تو نے ہی ان کو دین کی خدمت کے لئے کھڑا کیا ہے پس اب تو ہی ان کے دلوں میں ... کی عزت ذکر الٰہی کا احترام اور عبادات کی محبت عطا فرما۔ آمین" (الفضل ۲ جنوری ۱۹۵۲ء)

(۵)

"بعض مقامات مقدس ہوتے ہیں سو وہ بھی ایک مقدس مقام ہے جب رہنے والے بھی مقدس ہوں۔ اور مقام بھی مقدس ہو۔ اور دل بھی دعا میں لگا ہوا ہو تو دعا کی قبولیت میں کونسی کسر رہ جاتی ہے خدا تعالیٰ تو قدوس پہلے سے ہے پس تم اپنے ... یہاں آنے کو زیادہ سے زیادہ موجب برکات بناؤ۔ تم نے صعوبتیں برداشت کی ہیں۔ یہاں آنے کے لئے پیسے خرچ کئے ہیں تم بیوی بچوں سے جدا ہوئے ہو۔ اپنے کاروبار کا نقصان کیا ہے۔ پس اس تکلیف کا کچھ تو بدلہ ملنا چاہیئے۔ یاد رکھو خدا تعالیٰ تمہیں ان باتوں کا صلہ دینے کے لئے تیار ہے۔ لیکن صلہ لینے کے لئے تمہیں برتن بھی تو پیش کرنا چاہیئے۔ اگر تم اپنا برتن پیش نہیں کرتے تو خدا تعالیٰ صلہ کیسے دیگا پس تم دعاؤں میں لگ جاؤ۔ اپنے اوقات کو زیادہ سے زیادہ موجب برکات بناؤ۔ تو یہ برتن بن جائیگا جس میں خدا تعالیٰ اپنا صلہ ڈالدیگا"

(فرمودہ المصلح الموعود ۲۸ دسمبر ۱۹۵۲ء از الفضل ... جنوری ۱۹۵۳ء)

جلسہ سالانہ پر آکر وقت ضائع کرنے والے کی مثال

"اگر تم ایسا نہیں کرتے دعائیں اور ذکر الٰہی نہیں کرتے تو یہ اس طرح ہے کہ ایک برکت ہوئی جو بازار میں تیل لینے گیا اور برتن چھوٹا ہونے کی وجہ سے اس نے سارا تیل ضائع کر دیا۔ کہتے ہیں کسی جگہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کو تیل خریدنے کے لئے بھیجا۔ اس نے ایک برتن لیا اور خیال کیا کہ اس میں سارا تیل آجائیگا۔ وہ برتن ایک کٹورا تھا جس کے پیچھے ایک حلقہ سا بنا ہوتا ہے اس نے دوکاندار سے کہا اس برتن میں تیل ڈال دو۔ دوکاندار نے اس برتن میں تیل ڈالدیا برتن بھر گیا اور کچھ تیل بچ رہا تو دوکاندار نے کہا۔ اتنا تیل بچ گیا ہے اسے کہاں رکھنے کا کوئی بات نہیں۔ اس نے برتن اُلٹ دیا۔ اور کہا باقی تیل اس حلقے میں ڈال دو۔ جونہی اس نے برتن اُلٹا۔ سارا تیل بہہ گیا اور جب کٹورے کے پیندے میں تیل ڈلوا کر اس نے کٹورا سیدھا کیا۔ وہ سارا تیل بھی گر گیا۔ بس ایسا آدمی جو جلسہ سننے کے لئے یہاں آتا ہے۔ اور یہاں آکر اپنا وقت ضائع کر دیتا ہے اس کی مثال اس بیوقوف بیٹے کی سی ہے جس نے اپنا سارا تیل ضائع کر دیا۔ تم اپنے وقتوں کو اس طرح استعمال کرو۔ کہ کوئی وقت ضائع نہ جائے" (ایضاً)

اصل اور مقدم چیز جلسہ ہے

"اصل اور مقدم چیز تو جلسہ ہے۔ اور ایسی چیزیں جو اس میں مخل ہوں۔ یا تقریروں کے اثر میں روک بننے والی ہوں۔ وہ کسی صورت میں جائز نہیں ہو سکتیں" (فرمودہ ۲۹ دسمبر ۱۹۵۰ء)

(از الفضل ۱۳ جنوری ۱۹۵۱ء)

بیمار بازاروں میں نہ پھریں

(۱)

"جو لوگ یہاں آکر بیمار ہو جائیں یا پہلے سے بیمار ہوں۔ لیکن جلسہ پر اخلاص کی وجہ سے آگئے ہیں اور وہ جلسہ گاہ میں سارا وقت نہ بیٹھ سکیں۔ تو وہ بازاروں میں نہ پھریں۔ دکانوں پر نہ بیٹھیں بلکہ اپنی جگہ پر رہیں ان جگہوں میں بیٹھیں جہاں وہ ٹھہرے ہوئے ہوں" (فرمودہ المصلح الموعود ۲۸ دسمبر ۱۹۵۲ء از الفضل ۳ دسمبر ۱۹۵۲ء)

(۲)

"میں یہ نہیں کہتا کہ بیمار بھی جلسہ گاہ میں بیٹھیں انہیں تندرست رکھنا ہمارا کام ہے۔ انہیں اپنی صحت بچانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ وہ بیشک آرام کریں۔ لیکن انہیں یہ طریق اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ وہ بازاروں میں جائیں۔ اور دکانوں پر بیٹھیں۔ وہ جلسہ سے بیشک باہر چلے جائیں۔ لیکن وہ اپنی ... اور بیٹھکوں میں بیٹھیں۔ اگر انہیں کوئی کراہت ہو رہی ہے۔ تو الگ بات ہے۔ ورنہ ہمارا ڈاکٹر موجود ہوگا۔ وہ اس کے پاس جاکر علاج کرانا چاہیئے بہرحال انہیں گھروں میں بیٹھنا چاہیئے تا دوسرے لوگ ان کے پھرنے سے متاثر نہ ہوں"

تقاریر کے دوران میں ایک شخص بھی جلسہ گاہ سے باہر نہ ہو

"... کہ اس میں ایک نظم پایا جاتا ہو ہمارے ہاں تو ایک شخص بھی ایسا نہ ہونا چاہیئے۔ جو تقاریر کے دوران میں جلسہ گاہ میں نہ بیٹھے۔ سوائے پہرہ داروں کے یا ان لوگوں کے جو کھانا پکانے اور کھلانے پر مقرر ہوں۔ انہیں بھی کہوں گا کہ وہ بھی فارغ وقت میں جلسہ گاہ میں بیٹھ کر تقاریر سنیں۔ لیکن اگر دوسرے لوگ جلسہ گاہ سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ تو دوسرے لوگوں کو ان کی نقل نہیں کرنی چاہیئے"

پہریداروں کو ہدایت

"میں نے پہریداروں کو ہدایت دی ہوئی ہے کہ اگر تم کسی بچہ کو جلسہ سے جاتے دیکھو اور بچہ گھبرایا ہوا ہو یا روتا ہو تو تم اسے روک لو اور اس وقت تک اسے جانے نہ دو جب تک وہ بچہ اپنے باپ کو اس کا باپ نہ ثابت کر دے" (ایضاً)

تقاریر سننے والوں کیلئے بات یاد رکھنے کا طریق

"میں نے پچھلے جلسوں پر بھی آپ لوگوں کو بارہا نصیحت کی ہے۔ اور مشورہ دیا ہے۔ کہ جو لوگ خاص طور پر

کبھی بات کو یاد رکھنا چاہیں۔ اس کے لئے ایک
اچھا ذریعہ یہ بھی ہے۔ کہ لکھتے جائیں۔ جب
کوئی شخص کسی بات کو سنتا بھی جائے۔ اور ساتھ
ساتھ لکھتا بھی جائے۔ تو اس کی دو طاقتیں خرچ ہونگی
اور کیا لحاظ اس کے کہ اس کی نظر بھی اس بات پر پڑتی
جائے گی۔ اور کیا لحاظ اس کے کہ اس کی قوت ارادی
بہت جوش میں ہو گی۔ اس کے دماغ میں زیادہ گہرا
اثر پڑے گا۔ ہاں وہ لکھنا نہیں جو اخباروں والے
لکھتے ہیں کیونکہ ان پر لکھنے کا اتنا زیادہ بوجھ ہوتا
ہے۔ کہ ان کو یاد نہیں رہ سکتا۔ انہوں نے جو کچھ دوسرے
کے لئے لکھنا ہوتا ہے۔ اس لئے ان کی کوشش
ہوتی ہے۔ کہ جہاں تک ہو سکے ہر لفظ کو محفوظ کر لیں
لیکن دوسرے چونکہ خلاصہ لکھتے ہیں۔ اس لئے وہ اس پر
غور کر سکتے ہیں۔ اور جب غور کر لینے کے بعد لکھتے ہیں
تو ان کے حافظہ سے وہ بات باہر نہیں جا سکتی۔ اور
جو ہم لوگ لکھیں گے۔ ان کی نظر اس پر پڑتی جائیگی
اور اس طرح یہ بات ان کے حافظہ میں اور زیادہ پختہ
ہوتی جائے گی۔" (تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی
۲۸ دسمبر ۱۹۲۰ء ملائکۃ اللہ صفحہ ۲-۱)

تقاریر سنتے وقت پوری توجہ کرنی چاہیئے

"منشاء یہ ہے کہ پوری توجہ مضمون کی طرف دینی چاہیئے
کیونکہ جب بات علمی ہو۔ اس کا سمجھنا اور یاد رکھنا آسان
بات نہیں۔ اس لئے جب تک پوری توجہ نہ کی جائے
انسان سننے کے بعد ایسا ہی کورے کا کورا اٹھتا ہے
جس طرح کا کورا آیا تھا۔
قرآن کریم میں ایسے لوگوں کے متعلق سخت الفاظ استعمال کئے
گئے ہیں۔ لیکن چونکہ خیال ہے بیان کر دیتا ہوں۔ آنحضرت
کی مجلس میں منافق آتے اور باہر جا کر
ایک دوسرے سے پوچھتے ماذا قال آنفا۔
ابھی انہوں نے کیا بات کی تھی۔ وہ لوگ مجلس میں آتے
لیکن سنتے نہیں تھے۔ کہ کیا باتیں ہوتی ہیں۔ باہر جا کر
ایک دوسرے سے پوچھتے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب
انسان کسی مجلس میں بیٹھتا ہے۔ جس میں دین
کی باتیں ہوتی ہیں۔ تو شیطان اس کی توجہ کو کہیں کا
کہیں لے جاتا ہے۔ تاکہ انسان ان باتوں سے
فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اور مطلب کھا جائے"
(ملائکۃ اللہ صفحہ ۔۔)

مزا آیا مگر یاد نہیں رہا

"بعض لوگ ہوتے ہیں جو مجلس میں تو بیٹھتے
ہیں۔ لیکن جو بات سنائی جائے۔ اس کی طرف توجہ نہیں
کرتے۔ بعض اوقات جب ان سے پوچھا جائے
کہ کیا سنا ہے۔ تو کہہ دیتے ہیں مزا تو بڑا آیا۔
مگر یاد نہیں رہا۔ کہ کیا بیان کیا تھا۔ ایسے لوگوں کو
مزا اس لئے نہیں آتا۔ کہ وہ توجہ سے سن رہے تھے
بلکہ اس لئے آتا ہے کہ بولنے والے نے اس طرح بولا ہے
اور ہم اس کو اچھا سمجھتے ہیں جو کچھ کہا جائے۔
میرے ۔۔۔ سے سنو اور توجہ سے سنو"
(ملائکۃ اللہ صفحہ ۲۲ تقریر حضرت امیر المومنین ۲۸ دسمبر ۱۹۲۰ء)

سردی سے بچیں کیونکہ مومن کی جان بہت قیمتی ہوتی ہے

"دوسرا انتظام بہر حال یہی ہے۔ کہ سردی کی شدت بڑھ رہی ہے۔ دوستوں
کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنی صحتوں کا خیال رکھیں۔ اور بغیر
ضرورت زیادہ نہ پھریں۔ کیونکہ مومن کی جان بہت قیمتی
ہوتی ہے۔ اور اس کا ضیاع درست نہیں۔"
(تقریر حضرت امیر المومنین ۲۶ دسمبر ۱۹۵۰ء از الفضل
۲۰ جنوری ۱۹۵۱ء)

(۲)

"آج کل خشک سردی پڑ رہی ہے۔ اور اس سے
نمونیا وغیرہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے اپنے اوقات
کو اس طرح خرچ کریں۔ اور یہاں (یعنی ربوہ میں) ۔۔۔
اس طرح اپنے دن گزاریں۔ کہ آپ کو باوجود موسم
کی شدت کا مقابلہ نہ کرنا پڑے۔ مومن کی جان بڑی
قیمتی چیز ہوتی ہے۔ آپ کو تو خود تجربہ ہے
کہ ایک احمدی بنانے میں کتنے مہینے لگ
جاتے ہیں۔
پس ایک احمدی کی اپنی جان بچانا
کوئی معمولی بات نہیں کیونکہ وہ آسانی سے حاصل
نہیں ہوتا۔ بلکہ بڑی قربانی سے حاصل ہوتا ہے۔"
(تقریر حضرت امیر المومنین ۲۸ دسمبر ۱۹۵۲ء از الفضل ۳ جنوری ۱۹۵۳ء)

جلسہ کے انتظامات پر شکایات

حضرت امیر المومنین نے ۲۸ دسمبر ۱۹۵۰ء کی تقریر
دلپذیر میں فرمایا:۔

"بے شک انتظامات میں اگر کوئی خامی دیکھو۔
تو اس کی اصلاح کی خاطر اس کی رپورٹ کرو۔ مگر اس
شکوہ نہ بڑھاؤ۔ کہ منتظمین کو انتظام قائم رکھنے میں
ہی دقت ہو جائے۔ دراصل ایسے مواقع پر ایک حد تک
تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ اور اسی میں مزا ہوتا ہے۔
خدا کی راہ میں جو لطف تکلیف اٹھانے میں ہوتا ہے
وہ آرام میں نہیں ہوتا۔ اور یہاں تو دراصل کوئی
مہمان ہوتا ہی نہیں۔ ربوہ کی آبادی ابھی اتنی کم
ہے۔ کہ اس کے لئے اتنے مہمانوں کا انتظام
کرنا ناممکن ہے۔ اس لئے تمہیں اپنے آپ کو
خود ہی مہمان اور خود ہی میزبان سمجھنا چاہیئے۔
اور منتظمین کو بھی چاہیئے۔ کہ کمزور
طبائع کے ساتھ نرمی اور درگزر کا سلوک کریں۔"
(تقریر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ۲۸ دسمبر
۱۹۵۲ء از الفضل ۳۱ دسمبر ۱۹۵۲ء)

حضرت اقدس سے ملاقات

(۱)

"کیونکہ گرد اڑنے کی وجہ سے بیماری کے پھیلنے
کا اندیشہ ہے۔ اس لئے احباب ملاقات کے
وقت میں یہ احتیاط ملحوظ خاطر رکھیں۔ کہ وہ اس
طرح قدم رکھیں۔ کہ گرد نہ اڑے۔" (تقریر ۲۶ دسمبر ۱۹۵۰ء)

(۲)

"میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ ملاقات کے وقت
جماعتوں کے امراء یا پریذیڈنٹ یہ انتظام کر سکتے ہیں کہ
وہ اپنی جماعت کے سب دوستوں کو جانتے اور پہچانتے
ہوں۔ تاکہ میرے ساتھ ان کا تعارف کرا سکیں۔
اصل مقصد ملاقات کا تو یہی ہے۔ کہ مجھے تمام
دوستوں سے واقفیت حاصل ہو۔ اور اگر دوست
آئیں اور مصافحہ کر کے چلے جائیں۔ اور میرے ساتھ
ان کا تعارف نہ کرایا جائے۔ تو یہ مقصد پورا
نہیں ہو سکتا۔ اور اگر میں خود ہر شخص سے
پوچھنے لگوں۔ تو اس میں وقت بہت زیادہ
لگے گا۔ ہر جماعت کے ساتھ اس کے امیر پریذیڈنٹ
یا کسی اور کو بطور لیڈر بھجوانے سے میرا منشاء
یہی ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی جماعت کے تمام افراد کو
جانتا ہو۔ اور ان سے تعارف کرا سکتا ہو۔"
(تقریر ۲۸ دسمبر ۱۹۵۳ء از المصلح ۵ جنوری ۱۹۵۴ء)

(۳)

"آج کل ملاقات کرنے والوں کو میرے اتنے
قریب سے گزارا جاتا ہے۔ کہ میرے لئے
ان کو پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر ملنے والوں کو
ذرا فاصلہ پر۔ پہلو سے ذرا ہٹ کر گزارا جائے
تو میرے لئے ان کو پہچاننا آسان ہو سکتا ہے۔
آئندہ منتظمین اور ملاقات کرنے والے دونوں ان
امور کو ملحوظ رکھا کریں۔ تاکہ ملاقات کے ذریعہ میں
اپنے دوستوں سے زیادہ سے زیادہ واقفیت
حاصل کر سکوں۔ جتنی واقفیت مجھے ہو گی۔ اتنا ہی
زیادہ مجھے یہ موقع ملے گا۔ کہ میں ان کی طبیعت اور
حالات کو مدنظر رکھ کر ان سے سلسلہ کے کام لوں
اور ان کی مشکلات اور ضرورت کے مطابق ان کے
لئے دعا کر سکوں۔" (ایضاً)

مقامی افراد کو ہدایات

(۱)

"دوسری بات میں مقامی لوگوں سے یہ کہنا چاہتا

ہوں۔ کہ وہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مہمانوں کی خدمت کے لئے زیادہ سے زیادہ نام پیش کریں۔ اور اس عزم کے ساتھ پیش کریں۔ کہ وہ دن رات ایک کر کے مہمانوں کو آرام پہنچانے کے لئے کوشش کریں گے۔" (مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۴۵ء)

(۲)

"تیسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ جن دوستوں کے گھروں میں مہمان ٹھہریں۔ وہ کھانا لیتے وقت مہمانوں کی صحیح تعداد لکھا کریں۔ تا سلسلہ کا بے فائدہ خرچ نہ ہو۔ اور اس طرح ہمارا ریکارڈ خراب نہ ہو۔ یہ نہ ہو کہ مہمان تھوڑے سے آئیں۔ اور لکھے زیادہ جائیں۔" (ایضاً)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی بے شمار زریں ہدایات موجود ہیں۔ اور جو میں نے اس مضمون میں پیش کیا ہے۔ وہ اس طویل دفتر کا عشر عشیر بھی نہیں۔ پس میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا درج کرتا ہوں۔ جو آپ نے جلسہ سالانہ پر آنے والوں کے لئے فرمائی۔ اور احباب سے التماس کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے جلسے کے ایام ان دعاؤں کی روشنی میں گذاریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے۔

"ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا ان کے ساتھ ہو۔ اور ان کو اجر عظیم بخشے۔ اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دے اور ان کے ہم و غم دور فرمائے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے۔ اور مرادات کی راہیں ان پر کھول دیوے اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل اور رحم ہے۔ اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذو المجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین"

(اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

زکوٰۃ کی ادائیگی اموال کو بڑھاتی اور پاکیزہ کرتی ہے۔

پروگرام جلسہ سالانہ خواتین ۱۹۵۴ء

۲۶ - ۲۷ - ۲۸ دسمبر

اتوار ، پیر ، منگل

پہلا دن ۲۶ دسمبر بروز اتوار

پہلا اجلاس

۹-۱۵ سے ۹-۴۵ تک تلاوت قرآن کریم و نظم — از جلسہ گاہ مردانہ

۹-۴۵ سے ۱۰-۱۵ تک افتتاحی تقریر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ — ״

۱۰-۱۵ سے ۱۱-۴۵ تک تقریب — چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے — ״

۱۱ — ۰ سے ۱۱-۱۵ تک تلاوت قرآن کریم و نظم

۱۱-۱۵ سے ۱۱-۴۵ تک جماعتی تربیت کے متعلق ہماری ذمہ داریاں — سیدہ مریم صدیقہ جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ

۱۱-۴۵ سے ۱۲ — ۰ تک حقوق العباد — مکرمہ استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ

دوسرا اجلاس بعد نماز ظہر و عصر

یہ سارا مردانہ جلسہ گاہ سے سنایا جائیگا جو حسب ذیل ہوگا

۱-۴۵ سے ۲ — ۰ تک تلاوت قرآن کریم و نظم — از جلسہ گاہ مردانہ

۲ — ۰ سے ۲-۴۵ تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے — مولانا ابو العطاء صاحب — از جلسہ گاہ مردانہ

وقفہ برائے اعلانات

۲-۴۵ سے ۳-۴۰ تک { بین الاقوامی کشمکش کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی } — صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب — از جلسہ گاہ مردانہ

دوسرا دن ۲۷ دسمبر بروز پیر — پہلا اجلاس

۹-۱۵ سے ۹-۳۰ تک تلاوت قرآن کریم — امۃ الحی تقی صاحبہ

۹-۳۰ سے ۹-۴۵ تک نظم

۹-۴۵ سے ۱۰-۱۰ تک ہمارا ماحول اور ذکر الٰہی — امۃ اللہ صادق صاحبہ ایم اے

۱۰-۱۰ سے ۱۰-۱۵ تک نظم و اعلانات

۱۰-۱۵ سے ۱۱ — ۰ تک احمدیت پر اعتراضات کے جوابات — ملک عبد الرحمن صاحب خادم — از جلسہ گاہ مردانہ

۱۱ — ۰ سے ۱۱-۳۰ تک عورتوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات — سیدہ مہر آپا صاحبہ حرم حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

۱۱-۳۰ سے ۱۱-۴۵ تک مسلمانوں کی علمی خدمات — مکرمہ امۃ الرحمن صاحبہ عمر ایم اے

وقفہ برائے اعلانات

دوسرا اجلاس

۲ بجے۔ تقریر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز از جلسہ گاہ مردانہ

۲۷ ، ۲۸ دسمبر کی درمیانی شب بوقت ساڑھے آٹھ بجے لجنہ اماء اللہ کی شوریٰ ہوگی

۲۸ دسمبر بروز منگل - پہلا اجلاس

۹-۱۵ سے ۹-۳۰ تک تلاوت قرآن کریم و نظم

۹-۳۰ سے ۹-۵۵ تک برکات الدعا — حمیدہ صابرہ صاحبہ دختر ڈاکٹر فیض علی صاحب صابر

۹-۵۵ سے ۱۰-۲۰ تک { آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی } — امۃ الرشید شوکت صاحبہ

۱۰-۲۰ سے ۱۰-۳۰ تک وقفہ برائے نظم و اعلانات — اہلیہ ملک سیف الرحمن صاحب

۱۰-۳۰ سے ۱۱ — ۰ تک جنت اُخروی کی حقیقت — امۃ المجید صاحبہ ایم اے

۱۱ — ۰ سے ۱۱-۴۵ تک شان خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم — قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری — از جلسہ گاہ مردانہ

دوسرا اجلاس بعد نماز ظہر و عصر

۱-۴۵ سے ۲ — ۰ تک تلاوت قرآن کریم و نظم

۲ — ۰ سے تقریر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز — از جلسہ گاہ مردانہ

نوٹ:۔ پروگرام میں تبدیلی صرف جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی اجازت سے کی جا سکتی ہے۔

ڑ مت مجھ کو اکیلا میرے اللہ کبھی

میرے اللہ، کبھی مجھ کو اکیلا مت چھوڑ
آفتیں روز، زمانے کی ڈراتی ہیں مجھے
تجھ سے نزدیک نہ ہو جاؤں. ستاتی ہیں مجھے
اور رہ رہ کے بُری راہیں دکھاتی ہیں مجھے
میرے اللہ کبھی مجھ کو اکیلا مت چھوڑ

چھوڑ مت مجھ کو اکیلا۔ مرے اللہ۔ کبھی
تو نے خوشیوں میں مرا ساتھ دیا ہے پیارے
اور مصیبت میں عطا صبر کیا ہے پیارے
چاکِ داماں کو مرے تو نے سِیا ہے پیارے
میرے اللہ کبھی مجھ کو اکیلا مت چھوڑ

چھوڑ مت مجھ کو اکیلا مرے اللہ کبھی
ہے مری موت جدا ہونا تری ہستی سے
یہی پستی ہے مجھے دُور رکھ اس پستی سے
تیرے میخانے میں رونق ہو مری مستی سے
میرے اللہ، کبھی مجھ کو اکیلا مت چھوڑ

چھوڑ مت مجھ کو اکیلا۔ مرے اللہ کبھی
میرا ہر عزم و ارادہ تیری قدرت کے نثار
میرے سب رنج و محن تیری محبت کے نثار
میرے جذباتِ محبت. تری رحمت کے نثار
میرے اللہ، کبھی مجھ کو اکیلا مت چھوڑ

چھوڑ مت مجھ کو اکیلا۔ مرے اللہ کبھی
جب تجھے ڈھونڈوں تو پاؤں ہیں رگِ جاں کے قریب
جب ملے تو۔ تو ملے سوزشِ پنہاں کے قریب
رہے پیمانۂ دل۔ بادۂ عرفاں کے قریب ★
میرے اللہ، کبھی مجھ کو اکیلا مت چھوڑ

خواجہ جنید احمد

مقامِ محمود

تیری توقیر بڑی ہے تری عظمت کی قسم
میں نے دیکھا ہے تجھے چشمِ بصیرت کی قسم
تجھ سے باقی ہے بہاروں کا ظہورِ پُر نُور
مُسکراتے ہوئے پھُولوں کی لطافت کی قسم
تو وہی جلوۂ موعود ہے دُنیا کے لئے
مُجھ کو احساسِ درخشاں کی بشارت کی قسم
ہم نے تسلیم کیا تجھ کو بشیرُ الدّولہ
تیرے پھیلے ہوئے گنجینۂ رحمت کی قسم
تجھ پہ صادق ہے بہت فضلِ عمر کی نسبت
تیرے بُشرے کی قسم تیری شباہت کی قسم
وہ زمیں جس پہ گرے تیرے لہو کے قطرے
ذرّے کھاتے ہیں وہاں بھی تری رفعت کی قسم
مَیں نے اس دَور میں دیکھی ہے حیاتِ جاوید
مُجھ کو اس دَور میں بیداریٔ ملّت کی قسم
سایہ افگن ہیں ترے سر پہ خدا کے انوار
مُجھ کو اس راہ میں پھیلی ہوئی رحمت کی قسم
تیرے پیغام سے گُونجے در و بامِ ہستی
تیرے پیغامِ حقیقت کی صداقت کی قسم
تُو نے بخشا ہے ہمیں حُسنِ عمل حُسنِ یقیں
تیرے افکار ترے زورِ خطابت کی قسم
نامِ محمود پہ ہم حرف نہ آنے دینگے
جرأتِ دل کی قسم روحِ شجاعت کی قسم
چھین لیں گے ترے افکار کو زندہ کر کے
تیری اُلفت کی قسم اپنی عقیدت کی قسم

ہم تری رُوح کو پھُونکیں گے ہر اک پیکر میں
چرخِ تقدیس کے ہر اختر عظمت کی قسم

[illegible]

291

اراضی ربوہ کی خرید کے لئے سہولتوں کا اعلان

مرکز سلسلہ میں مکانات بنانیکے خواہشمند دوست توجہ فرمائیں

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بکثرت یہ الہام ہوا۔ وسع مکانک ۔ وسع مکانک ۔ وسع مکانک یعنی اپنے مکانوں کو بڑھاؤ اور انہیں ترقی دو۔ یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہی نہیں ۔ بلکہ اس الہام میں جماعت بھی مخاطب تھی ۔ اور اسے بتایا گیا تھا کہ یاد رکھو اگر تم دشمنوں کے حملوں اور اُن کی شرارتوں اور ایذا رسانیوں سے محفوظ رہنا چاہتے ہو ۔ تو اس کا ایک ہی علاج ہے اور وہ یہ کہ مرکز سلسلہ میں مکان بناتے چلے جاؤ ۔ یہ وسع مکانک کا متواتر الہام درحقیقت آئندہ زمانہ کے متعلق ایک پیشگوئی تھی اور اس میں یہ بتایا گیا تھا کہ جب کبھی احمدیوں کو مشکل پیش آئے گی ۔ اور وہ خدا تعالےٰ کے حضور اس التجا کے ساتھ جھکیں گے کہ الٰہی ہم کیا کریں تو ہماری طرف سے کہا جائے گا کہ وسع مکانک اپنے مکانوں کو وسیع کر لو ۔ اور زیادہ مرکز کو مضبوط کر لو ۔ اس پیشگوئی کو پورا کرنا اب آپ لوگوں کا کام ہے"

(ارشاد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز ۔ الفضل جلد ۲۳ نمبر ۲۶۶)

جو دوست ابھی تک مرکز سلسلہ میں مکان تعمیر کرنے کی غرض سے زمین نہیں خرید سکے ۔ اُن کے لئے دفتر نے آئندہ حسب ذیل سہولتیں کر دی ہیں ۔ احباب کو چاہیئے کہ ان سے فائدہ اٹھائیں ۔

(۱) محلہ دارالفضل (ط) اور محلہ دارالیمن (الف) میں آئندہ زمین اقساط پر مل سکے گی ۔ کل قیمت پچیس ماہوار اقساط میں واجب الادا ہو گی ۔ محلہ دارالفضل میں قیمت ایک ہزار روپیہ کنال اور محلہ دارالیمن میں ۵۰۰/ روپے کنال ہے اس میں بھی ۱۲½ فی صدی Rebate دیا جانا منظور کیا جاتا ہے لیکن جو دوست نقد یکمشت ادا کریں گے ۔ انہیں ۲۵٪ Rebate دیا جائے گا ۔

(۲) باقی محلوں کی کل قیمت ایک سال میں ماہوار اقساط میں ادا کی جا سکتی ہے ۔ نقد یکمشت ادا کرنیوالے دوست کو ۱۲½ فی صدی رعایت دی جائیگی ۔ زمین کی قیمت ۔ محلہ دارالرحمت ضمیمہ میں پندرہ صد روپیہ کنال اور محلہ دارالنصر (ج) اور محلہ باب الابواب (ب) میں ۵۰۰/ روپے فی کنال ہے ۔

(۳) دوستوں کو اختیار ہو گا کہ سودا کرنے سے قبل قطعہ دیکھ کر پسند کر لیں ۔ لیکن ریزرویشن کے لئے ضروری ہو گا ۔ کہ کم از کم دس فی صدی قیمت کا پیشگی دیں ۔

(۴) مقررہ اقساط ادا نہ کرنے کی صورت میں ۲۵٪ ادا شدہ روپیہ کا ضبط کر کے باقی واپس کر دیا جائے گا ۔ اور زمین ضبط کر لی جائیگی

(۵) کونے والے قطعات کی قیمت ۲۵ فی صدی زائد لی جائے گی ۔

نوٹ :۔ محلہ دارالفضل میں رقبہ فی پلاٹ چار کنال ہے ۔ اور باقی محلہ جات میں دس مرلہ یا کنال کے پلاٹ ہیں

خاکسار :۔ سیکرٹری کمیٹی آبادی ربوہ

حیات بقاپوری حصہ دوم

مصنفہ حضرت مولانا مولوی ابراہیم صاحب بقاپوری جو روحانیت کا ایک اعلیٰ مرقع ہے۔ چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔ کتابت۔ طباعت۔ کاغذ نہایت عمدہ اور دیدہ زیب۔ ایام جلسہ میں تقریباً ہر کتب فروش سے مل سکے گی۔ قیمت ۱۲ر علی محمد بی اے بی ٹی ربوہ

محاسن کلام محمود

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی کے کلام پر تبصرہ

یہ دیدہ زیب کتاب ربوہ میں ہر تاجر کتب سے حاصل کریں

معجون کہربا

کثرت حیض کے لئے مفید دوائی
قیمت فی تولہ ۸ر

سفوف جند

ماہواری خون کا رک رک کر آنا۔ اس کے لئے مفید دوائی
قیمت فی تولہ ایک روپیہ
ملنے کا پتہ:۔ دواخانہ خدمت خلق

ہر قسم کی کھیلوں کے لئے بہترین بوٹ مثلاً کرکٹ بوٹ۔ رننگ شوز۔ فٹ بال بوٹ۔
ملنے کا پتہ
شیخ مہر دین سپورٹس مینوفیکچررز
چوک علامہ اقبال سیالکوٹ شہر

بیکو ڈیزل انجن میں آپ کیلئے کیا فائدے ہیں

○ ملکی روپے کی بچت ○ قومی صنعت کی ترقی ○ پیداوار میں اضافہ ○ وقت اور محنت کا بچاؤ ○ مستقبل پر بھروسہ ○ زرعی مشکلات کا حل

بیکو ڈیزل انجن ۲۰،۲۰ ہارس پاور آرڈر پر ہر وقت تیار مل سکتا ہے

دی بٹالہ انجینئرنگ کمپنی (پاکستان) لمیٹڈ دی مال ○ لاہور
فون نمبر ۳۱۶۳